جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم

تالیف:
حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

مکتبہ حجاز دیوبند

جلسہ تعزیت کا شرعی حکم

تالیف

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند
ضلع سہارن پور (یو، پی)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و کفی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد:

۲۶/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء بروز بدھ: حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی قدس سرہٗ (پرپوتے حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ) کا وصال ہوا۔ آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے دار العلوم (وقف) دیوبند نے مورخہ ۱۲و۱۳/اگست ۲۰۱۸ء مطابق ۲۹و۳۰/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کو ایک سیمینار کے انعقاد کا فیصلہ کیا، اس میں دار العلوم دیوبند کے اکابر کے ساتھ اس ناچیز کو بھی افتتاحی نشست میں شرکت کی دعوت دی، میں نے اس سیمینار میں متعدد وجوہ سے شرکت سے معذرت کی، ان وجوہ کو میں نے پہلے ظاہر نہیں کیا تھا، اب ضرورۃً ظاہر کر رہا ہوں۔

۱- چوں کہ یہ سیمینار وفات سے قریب زمانے میں کیا جا رہا تھا، اس لئے اس میں جلسۂ تعزیت کا شائبہ تھا، جیسے حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی قدس سرہٗ پر دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر نے قریب زمانے میں سیمینار کیا، اس میں بھی جلسۂ تعزیت کا شائبہ تھا، اور دار العلوم دیوبند کا فتوی یہ ہے کہ تین دن تک مقامی لوگوں کے لئے تعزیت مسنون ہے اور باہر والوں کے لئے تین دن کے بعد بھی جائز ہے، مگر تعزیت کے نام سے (یا عنوان بدل کر) باقاعدہ جلسہ کرنا درست نہیں، پاکستان سے ای میل کے ذریعہ ایک طویل سوال آیا ہے، اس میں بہت سے اکابر کے تعزیتی جلسوں کا حوالہ ہے، دار العلوم دیوبند کے بڑے مفتی حضرت مولانا مفتی

حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مدظلہ نے اس کا یہی جواب لکھا ہے جو دارالعلوم کی ویب سائٹ پر ہے، اس سے پہلے حضرت مفتی صاحب موصوف کا فتوی فتاوی حبیبیہ جلد پنجم صفحہ ۲۴۷ پر مطبوعہ ہے۔ مفتی صاحب نے تازہ فتوے میں اکابر کے عمل کی کوئی تاویل نہیں کی، اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس وقت مسئلہ منقح نہیں ہوا تھا، جیسے شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے زمانے میں سنت وبدعت سے تعلق رکھنے والے چند مسائل منقح نہیں ہوئے تھے، بعد میں ہمارے اکابر نے ان کو بدعت قرار دیا۔

پھر شاہی کے استاذ مولانا خورشید صاحب کا اس موضوع پر ایک رسالہ آیا، اس لئے میری ذمے داری تھی کہ دارالعلوم کے فتوی پر عمل کروں۔ اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ برصغیر کے تمام دارالافتاء کیمرے کے فوٹو کو مجسمہ کے حکم میں رکھتے ہیں اور حرام کہتے ہیں، پس اکابر ملت کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنے دارالافتاؤں کے فتوے کے خلاف نہ کریں اور کیمرے کی زد میں آنے سے بچیں۔

۲- میرے علم میں قطعی طور پر یہ بات آگئی تھی کہ اس سیمینار میں فوٹو گرافی ہوگی، اور پروگرام نشر کیا جائے گا، اب اگر میں دعوت قبول کرتا تو ممتاز جگہ بٹھایا جاتا اور کیمرے کی زد میں آتا، پھر میں نکیر کرتا یا واک آوٹ کرتا تو بدمزگی ہوتی۔ جبکہ حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) میرے پاس پڑھے ہوئے ہیں اور ان کے صاحب زادے عزیز مکرم محمد شکیب قاسمی (نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند وڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی) زید مجدہ ابھی جلدی میرے پاس پڑھے ہیں، اس لئے مجھے ان کے جلسے سے اٹھ آنا مناسب معلوم نہیں ہوا۔

۳- نیز میرے علم میں یہ بات بھی آئی تھی کہ دو ایسی جماعتوں کے اکابر کو بھی دعوت دی گئی ہے جو دارالعلوم دیوبند کے فتوے کی رو سے اہلِ حق اور اہل السنۃ

میں نہیں ہیں، اب اگر دارالعلوم کے اکابر دارالعلوم وقف کے سیمینار میں ان کے ہم مجلس ہوں گے تو مسلک مشتبہ ہوگا۔ آگے میری ایک مفصل تحریر حضرت مہتمم مولانا ابوالقاسم صاحب کے نام ہے، اس میں حضرت مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ کی خواہش کا ذکر ہے، وہ اپنا ایک فقہی سیمینار دارالعلوم دیوبند میں کرنا چاہتے تھے، اس وقت کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ نے اس کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ اگر وہ دارالعلوم میں سیمینار کریں گے تو مسلک مشتبہ ہوگا۔

۴- حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب قدس سرہٗ سالوں سے یہ بات کہا کرتے تھے کہ ''دعوت دین کی دی جائے مسلک کی نہ دی جائے'' ان کے نظریے میں دو جماعتیں خاص طور پر اہلِ حق میں سے تھیں، اور اسی خیال کے پیش نظر اس سیمینار میں ان جماعتوں کو دعوت دی گئی تھی، اس وجہ سے بھی میں اس سیمینار میں شرکت نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر میں نے یہ سب باتیں معذرت نامہ میں ظاہر نہیں کی تھیں۔

پھر سیمینار ہوا اور اس میں خوب فوٹوگرافی ہوئی اور خطبۂ صدارت میں اور دیگر مقالات اور تقاریر میں اس پر بڑا زور دیا گیا کہ اہل السنہ والجماعہ سے جن جماعتوں نے الگ راہ اختیار کی ہے وہ سب ٹھیک ہیں، چناں چہ سیمینار کے بعد اس کے ماحصل پر اٹھنے والا ایک فکر انگیز سوال جناب مولانا احمد سعد صاحب قاسمی (ناظم المعہد العلمی الاسلامی دیوبند) نے جناب مولانا سفیان صاحب قاسمی کے نام بھیجا، جس کا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، پس اس کو واٹس ایپ پر ڈالا جو آگے اس رسالے میں شامل ہے۔

یہ وجوہ تھیں جن کی وجہ سے میں نے سیمینار میں شرکت سے معذرت کی، اس موقع پر بہت سی تحریرات وجود میں آئیں جو واٹس ایپ پر موجود ہیں، اور لوگ ان سے واقف ہیں، ان کو شائع کرنا بے فائدہ ہے، مگر واٹس ایپ کی باتیں ایک وقت کے بعد لوگ بھول جاتے ہیں، اور شائع شدہ تحریرات باقی رہتی ہیں اور لوگ عرصہ تک

ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس لئے وہ سب تحریرات شائع کر رہا ہوں، امید ہے کہ امت کو ان سے فائدہ پہنچے گا۔

سیمیناروں کے مختلف احکام

اس رسالے میں جس سیمینار کی بحث ہے وہ جلسۂ تعزیت والا سیمینار ہے، کسی کی وفات کے بعد تین دن کے اندر بھی جلسۂ تعزیت یا سیمینار نہیں کیا جا سکتا، سیمینار کے لئے تو بڑی تیاری کرنی پڑتی ہے، لوگوں کو مقالہ لکھنے کے لئے وقت دینا پڑتا ہے، مگر اس میں جلسۂ تعزیت کا شائبہ ہوتا ہے، اس لئے اس کا حکم بھی جلسۂ تعزیت سے مختلف نہیں ہو سکتا۔

البتہ مسائل کی تحقیق کے لئے جو فقہی سیمینار منعقد کئے جاتے ہیں وہ زیر بحث نہیں، وہ جائز ہیں، اسی طرح عرصہ پہلے گزری ہوئی شخصیات پر کئے جانے والے سوانحاتی سیمینار بھی مستثنیٰ ہیں، اس لئے کہ اس میں تعزیت کا پہلو نہیں ہوتا۔

غیر متعلق مواد

جب یہ مسئلہ چھڑا تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی (صغیر) زید مجدہٗ (محدث دارالعلوم دیوبند) کی دو تحریریں بھی سامنے آئیں، پہلی تحریر مطبوعہ ہے، اس کا نام ہے: ''میت پر اظہارِ غم کے دلائل و مسائل'' یہ رسالہ مسئلہ سے غیر متعلق ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اس کے جواب میں بھی کافی تحریریں وجود میں آئیں، وہ وہاٹس ایپ پر موجود ہیں، یہ مواد چوں کہ مسئلے سے غیر متعلق تھا، اس لئے اس کو اس رسالے میں شامل نہیں کیا گیا۔

نفس تقلید ہی واجب نہیں تقلید شخصی بھی واجب ہے

جاننا چاہئے کہ علمائے دیوبند مسائل میں حنفی ہیں، فقہ حنفی مدون و مرتب ہے،

احناف اس کی پیروی کرتے ہیں، اور جس طرح نفسِ تقلید واجب ہے، تقلید شخصی (معین مکتب فکر کی پیروی) بھی واجب ہے، نصوص (آیات واحادیث) کی شرح میں بھی اس کا لحاظ ضروری ہے، ایک حدیث کا مطلب جو فقہ حنفی میں ہے وہ احناف کے نزدیک راجح ہے، دوسرے مسالک والوں نے جو شرح کی ہے اس کو لے کر مسئلہ کو الجھانا نہیں چاہئے، ہمارا عمل ہمارے دائرے سے باہر نہیں جانا چاہئے، اور یہ بات از قبیلِ تصلب (پختگی) فی الدین ہے جو کہ مطلوبِ شرعی ہے از قبیلِ تعصب (طرف داری) نہیں ہے، واللہ اعلم

وما أريد إلا الإصلاح وما توفيقي إلا بالله

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۲/رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

۱۰/مارچ ۲۰۱۹ء

سیمینار میں شرکت کا دعوت نامہ

محترم المقام حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

موت ایک ایسی ناقابلِ انکار حقیقت ہے جس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں، یہ سلسلۂ آمد ورفت اس عالم فناء کی بدیہی خاصیت اور خلاقِ عالم کی ناقابل سنت کا ایسا حصہ ہے جس سے بلاتفریق عہد وزمان کسی کو استثنا حاصل نہیں ہے، اس کے باوجود بعض حضرات کی فرقت اور رحلت ایسے غم دے جاتی ہے جس سے بہت سے دل بے قرار اور بہت سی آنکھیں اشکباری پر مجبور ہوجاتی ہیں، ان ہی شخصیات میں سے ایک ممتاز شخصیت فکر ولی اللہی کے سرخیل، فکر قاسمی کے ترجمان، مسلکِ دیوبند کے شارح، اسلاف کی روایات کے پاسبان، علوم نانوتویؒ کے امین، حکیم الاسلامؒ کے حقیقی جانشین والد ماجد خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب علیہ الرحمہ کی تھی، جن کی مفارقت نہ صرف خانوادۂ قاسمی کے لئے بلکہ تمام منتسبین قاسمیت اور پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک ایسا ناقابلِ تلافی خسارہ اور خرمن ہستی پر گری ایک ایسی عظیم صاعقہ ہے جس کے اثرات ہمیشہ محسوس کئے جاتے رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت موجودہ دور میں ایک فرد کی نہیں، بلکہ آپ کی شخصیت ایک عہد، ایک تاریخ، ایک داستان اور ایک تحریک تھی جس کا اب خاتمہ ہوگیا، ہندوبیرون کے تشنہ لبوں نے آپ کے علوم ومعارف سے عظیم پیمانے پر سیرابی حاصل کی اور اقصائے عالم آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوا، انھوں نے علمی وفکری اعتبار سے عصری ضرورتوں کا ادراک کرکے مقتضیات زمانہ کو سامنے رکھ کر

اسلام کی جو عظیم وناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے، جس کے پس منظر میں کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اسلام کی حقیقی ترجمانی کا بھرپور فریضہ انجام دیا ہے۔

آپ کی عظیم خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے دارالعلوم وقف دیوبند کا شعبۂ بحث وتحقیق حجۃ الاسلام اکیڈمی ”حضرت خطیب الاسلامؒ: حیات وخدمات اور کارنامے“ کے عنوان سے مورخہ ۱۲/۱۳/ اگست ۲۰۱۸ء مطابق ۲۹/۳۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ ایک بین الاقوامی سہ لسانی سیمینار کا انعقاد کرنے جارہا ہے۔ اس تاریخ ساز سیمینار کی افتتاحی نشست میں بطور خاص ہم آپ کی شرکت کے متمنی ہیں، یقیناً اس موقع پر آپ کی شرکت اس تاریخی سیمینار کے کامیاب انعقاد میں ممد ومعاون ہوگی۔

سیمینار میں شرکت سے میری معذرت

مکرم ومحترم مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی زید مجدہم مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا کا دعوت نامہ سیمینار میں شرکت کے لئے پہنچا جو۱۲؍اگست ۲۰۱۸ء مطابق ۲۹؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کو وقف دارالعلوم میں منعقد ہونے والا ہے، جس میں حضرت والد ماجد خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی علیہ الرحمہ کے احوال بیان ہونگے، میں خاندانِ قاسمی کا غلام ہوں[1]، اس سیمینار میں شرکت میرے لئے بہت بڑی سعادت کی بات تھی، مگر یہ تقریب دیوبندیت کے خلاف ہے، اور میری مسلک کے تعلق سے ایک ذمہ داری ہے، اس لئے افسوس کے ساتھ اطلاع دے رہا ہوں کہ میں اس تقریب میں شریک نہیں ہوسکوں گا۔

جاننا چاہئے کہ اس قسم کا سیمینار تعزیت کے ذیل میں نہیں آتا، فقہ میں یہ مسئلہ واضح ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو تعزیت تین دن تک ہی مسنون ہے، نیز سیمینار کا یہ مفہوم بھی نہیں، المورد میں سیمینار کے معنی بیان کئے ہیں: الحلقة الدراسية: مجموعة صغيرة من طلاب الجامعة منصرفة إلى موضوع من موضوعات الدراسة العليا والبحث العلمي باشراف أحد الاساتذه: یعنی کسی مسئلہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے منعقد کی جانے والی مجلس مذاکرہ، ظاہر ہے کسی شخصیت کے محاسن ومناقب بیان کرنے کے لئے جو مجلس منعقد کی جائے اس کو سیمینار نہیں کہا جاسکتا، یہ نوحہ کی ایک

(۱) مگر مسلک عقیدت سے مقدم ہے ۱۲

شکل ہے (۱) جو شریعت میں ممنوع ہے، دارالعلوم دیوبند کے کارگزار مہتمم حضرت مولانا غلام رسول صاحب خاموش رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو ان کے صاحبزادگان نے بمبئی میں تعزیتی جلسہ کرنا چاہا، انھوں نے مجھے شرکت کی دعوت دی میں نے انکار کردیا اور ان کو سمجھایا کہ یہ تعزیت نہیں، نوحہ ہے، میت کے مناقب کی تشہیر ہے جو شریعت میں جائز نہیں، چنانچہ انھوں نے جلسہ ملتوی کردیا، پھر دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ اللہ کو پیارے ہوگئے تو دارالعلوم میں اور دارالعلوم سے باہر کہیں بھی کوئی جلسۂ تعزیت نہیں کیا گیا، طلبہ ایصالِ ثواب کے لئے اکٹھا ہوئے، اس مجلس میں کسی استاذ نے پانچ دس منٹ مرحوم کے تعلق سے کچھ کہا، پھر دعا کرکے مجلس ختم ہوگئی۔

اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے مؤقر استاذ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ان کے صاحبزادگان نے مدرسہ ثانویہ میں اعظمی منزل کے سامنے میدان میں تعزیتی اجلاس کرنا چاہا، اہتمام نے ان کو اجازت نہیں دی، چنانچہ انھوں نے باہر کہیں اجتماع کیا۔

جاننا چاہئے کہ مسلک کے تعلق سے دارالعلوم اور وقف دارالعلوم ایک ہیں اور مسلک کا تحفظ دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے، اور نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی، ابھی ماضی قریب میں کھروڈ (گجرات) میں حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ کے تعلق سے سمینار منعقد کیا گیا، میں نے اس کے بانی مولانا محمد حنیف صاحب شیخ الحدیث زید مجدہ سے اس موضوع پر گفتگو کی اور ان کو بتایا کہ یہ دیوبندیت نہیں!

---

(۱) اس پر اشکال کیا گیا ہے کہ سیمینار کو 'نوحہ' کیسے کہا ہے؟ مگر میں اس کو نوحہ ہی کی ایک 'شکل' سمجھ رہا ہوں، جیسے غیر معروف شخص کی موت کی خبر ٹی وی، ریڈیو اور اخبار میں نشر کرنا نوحہ ہی کی ایک شکل ہے ۱۲

اور ابھی چند ماہ پہلے مدرسہ شاہی کے مدرس مولانا خورشید انور صاحب نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے ”مروجہ تعزیتی اجلاس دلائل اور فتاوی کی روشنی میں“ یہ ڈیڑھ سو صفحہ کی کتاب ہے، غالباً وہ آپ کو پہنچی ہوگی، اس میں تمام اکابر کے فتاوی ہیں، اگر آپ نے اب تک اس کو نہیں دیکھا تو کہیں سے حاصل کر کے ملاحظہ فرمالیں۔

کھروڈ والوں نے بھی عنوان سمینار رکھا تھا، تقریریں ہوئیں، مقالے پڑھے گئے، یہی تشہیر ہے، یادگاری مجلّہ نکالنا یا سوانح شائع کرنا اس ذیل میں نہیں آتا، وہ نوحہ نہیں پھر آج کل اس قسم کے اجلاس میں فوٹو گرافی لازمی ہے، جس کو دارالافتاء حرام کہتے ہیں، ان وجوہ سے میری اس سمینار میں شرکت مناسب نہیں۔ والسلام مع الاحترام

اضافہ: حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب (مفتی دارالعلوم دیوبند) کا ان کے وطن میں وصال ہوا تو نہ وطن میں نہ دارالعلوم دیوبند میں جلسۂ تعزیت ہوا۔

پھر دارالعلوم دیوبند کے شیخ ثانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اس موقعہ پر بھی کوئی تعزیتی اجلاس منعقد نہیں کیا گیا، ایصالِ ثواب کے لئے مجلس ہوئی، اس کے آخر میں ایک استاذ صاحب نے چند کلمات تعزیت کہے، پھر دعاء کی گئی اور مجلس برخواست ہوگئی۔

پھر دارالعلوم دیوبند کے سابق ناظم تعلیمات، جن کی دارالعلوم دیوبند کے لئے عظیم خدمات ہیں، یعنی حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری قدس سرہٗ کا وصال ہوا، اس موقعہ پر بھی دارالعلوم میں صرف ایصالِ ثواب کی مجلس ہوئی، اور کوئی جلسۂ تعزیت نہیں کیا گیا۔

اور دارالعلوم دیوبند کا قرین مظاہر علوم سہارن پور ہے، وہاں جب میرے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ کا مدینہ منورہ میں وصال ہوا تو مظاہر علوم (دارِ جدید) میں کوئی جلسۂ تعزیت نہیں کیا گیا، جبکہ وہ عظیم شخصیت تھے اور ان

کی وفات کا صدمہ پوری امت کے لئے عظیم صدمہ تھا۔

ان کے بعد مظاہر علوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ کا وصال ہوا، اس موقعہ پر بھی مظاہر علوم میں کوئی جلسہ تعزیت نہیں کیا گیا، البتہ کھروڈ (گجرات) میں سیمینار کیا گیا جو ٹھیک نہیں ہوا۔

لطیفہ: حضرت مولانا یونس صاحب کے خاص شاگرد جناب مولانا شبیر صاحب برطانیہ سے سہارن پور تشریف لائے، اور انھوں نے حضرت مولانا شاہد صاحب زید مجدہ (سیکریٹری مظاہر علوم دار جدید) سے شکوہ کیا کہ آپ حضرات نے مولانا یونس صاحب کی وفات پر کوئی جلسہ تعزیت نہیں کیا! مولانا شاہد صاحب ان کو عشاء کی نماز میں دارِ جدید کی مسجد میں لے گئے، اور نماز کے بعد اعلان کیا کہ طلباء نوافل کے بعد رک جائیں، اور مولانا شبیر صاحب سے فرمایا کہ تعزیتی تقریر کیجئے، وہ بیچارے اچانک کیا تقریر کرتے، چند جملے کہہ سکے، پھر دعائے مغفرت کر کے مجلس ختم کردی اور فرمایا: یہ جلسۂ تعزیت ہو گیا (یہ واقعہ مجھے اسی طرح پہنچا ہے)

علاوہ ازیں: حضرت مولانا سالم صاحب رحمہ اللہ سے پہلے ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا اسلم صاحب کا وصال ہوا، وہ بھی بڑے آدمی تھے، وقف دار العلوم کے ناظم تعلیمات اور غالباً شیخ الحدیث بھی تھے، اور دنیا ان کو حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کا نقش ثانی کہتی تھی، مگر نہ ان کے لئے کوئی جلسۂ تعزیت کیا گیا نہ اس سیمینار میں ان کا کوئی تذکرہ کیا گیا، فیا للعجب!

معذرت نامہ کے جواب میں مولانا سفیان صاحب زید مجدہم کی یہ تحریر موصول ہوئی

گرامی قدر محترم المقام استاذ مکرم جناب حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری
دامت برکاتہم، شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے!

الدین النصیحۃ کے زیر التزام آں محترم کا والا نامہ والد محترم ومکرم خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب قدس سرہٗ کی حیات وخدمات کے تحقیقی تذکرے پر مشتمل ۱۲/اگست ۲۰۱۸ء کو مجوزہ سیمینار کے حوالے سے موصول ہوکر باعث عزوشرف اور موجب ممنونیت ہوا، استاذ مکرم کی حیثیت سے آں محترم کی یہ بزرگانہ ومشفقانہ توجہات راقم کے لئے بلاشبہ قابل تکریم اور لائق شکر گزاری ہیں۔ فجزاکم اللہ أحسن الجزاء۔

البتہ چند معروضات بصد ادب واحترام بطور وضاحت پیش کرنے کی جسارت کررہا ہوں، یہ غالباً اپنے شفیق اساتذۂ کرام کی مربیانہ توجہات، صحبت صالحین کے معنوی اثرات کے علاوہ بحمد للہ وبفضلہ متوارث خاندانی دینی تربیت کا ہی غلبۂ اثر ہے کہ تعزیت کی تین روزہ مدت شرعی کے بعد از راہ اخلاص ومحبت وعقیدت مہینوں تک بغرض تعزیت آنے والے محبین کے سامنے شرعی مدت تعزیت کی حکمت کو التزاما بیان کیا جاتا رہا، اگرچہ اس لقائے باہمی کے ظاہر سے ناواقفین کے لئے اشتباہ کا پیدا ہونا ہرگز بعید از قیاس نہیں تھا، البتہ اس غرض وغایت سے تشریف لانے والے اصحابِ علم ودانش مشاہیر اور اہل اخلاص عامۃ الناس کے جذبۂ اخلاص ومحبت وعقیدت کی پذیرائی

وقدردانی ضرور کی گئی، جس کا تعلق شریعت کے شعبۂ اخلاق اور جذبۂ اخوۃ سے ہے اور یقیناً آں محترم اس حقیقت سے اتفاق فرمائیں گے کہ ایسے مواقع پر واقعاتی شواہد کی بنیاد پر جذبۂ عقیدت ومحبت کے اظہار کو رخصت پذیر شخصیت کے لایعنی ولاحاصل محاسن ومناقب پر محمول نہیں کیا جاتا ہے، مسلک دیوبند کے شارحین وترجمان حضرات مرحومین کا مدۃ العمر تعامل بھی اس حقیقت کے اثبات پر شاہد عدل ہے۔

راقم السطور اپنے شفیق اساتذہ کے فیوض وبرکات کے صدقے میں بعد از مرگ نوحہ خوانی کے مذموم ہونے پر کامل یقین رکھتا ہے، اور اس امر کی حرمت وقباحت کا کسی نہ کسی درجہ میں علم وادراک رکھتے ہوئے عرض گزار ہے کہ لفظ سیمینار سے حضرت والا کو مجلس تعزیت یا مشترکہ نوحہ خوانی کی مجلس کا جو اشتباہ ہوا ہے، راقم اپنی دانست میں اس کا سبب یہ سمجھتا ہے کہ آں محترم کی ہمہ جہت وہمہ وقت علمی وتعلیمی، دینی واسلامی اور تدریسی وانتظامی مصروفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے دعوت نامے کے ہمراہ مجوزہ سیمینار کے عناوین وموضوعات کی فہرست نہیں بھیجی گئی تھی، جس پر محققین اور مقالہ نگار حضرات کو دعوت نقد وتحقیق دی گئی ہے، اگر وہ فہرست سامنے ہوتی تو ممکن تھا کہ سیمینار اور مجلس تعزیت میں حضرت والا کو یہ التباس پیش نہ آتا، تاہم بغرض علم واطلاع مذکورہ فہرست ہمرشتۂ تحریر ارسالِ خدمت ہے (یہ عناوین صفحہ ۶ پر دیئے ہیں) مرسلہ مجوزہ عناوین وموضوعات کی تنقیح وتحقیق کی غرض وغایت کے ذیل میں لایعنی محاسن اور غیر واقعی مناقب کا تذکرہ نہ کبھی مطلوب ہوا تھا اور نہ آج ہے۔ اور نہ بظاہر ان موضوعات میں اس قسم کے لاحاصل تذکرے کی کوئی گنجائش نکلتی محسوس ہوتی ہے، جس کو نوحہ خوانی یا مجلس تعزیت پر محمول کیا جاسکے، بلکہ المورد کے لفظ سیمینار کے ذیل میں دی گئی تشریح کے مطابق "کسی مسئلہ کی حقیقت تک پہنچنے والی مجلس، مذاکرہ" خواہ وہ کسی ایک فرد کے ذریعہ کی جانے والی کوشش وکاوش کے تذکرے کے لئے مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی ہو یا.

مختلف موضوعات ومسائل کی حقیقت پر مختلف زاویۂ فکر ونظر سے اپنی اپنی تحقیقات پیش کرنے کی غرض وغایت کے ذیل میں بعنوان سیمینار مجلس مذاکرہ منعقد کی جائے، بہر کیف میری ناقص رائے میں المورد کی بیان کردہ تشریح سے باہر کچھ نہیں ہے، البتہ لفظ مجلس مذاکرہ اپنے اسلوب بیان میں بہت محدودیت کا حامل ہے، جبکہ لفظ سیمینار تفہیمی وسعت کا عکاس وغماز ہے؛ لہٰذا بایں طور کسی بھی ناحیہ سے مجلس نوحہ خوانی یا مجلس تعزیت کے انعقاد کا تاثر نہیں جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ مسلک کے تعلق سے دارالعلوم اور دارالعلوم وقف دیوبند ایک ہیں، اور مسلک کا تحفظ دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے نام کی تبدیلی حقیقت پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے، حضرت والا نے اپنے مقام علم وعظمت سے جس قدر واقعی حقیقت کی جانب توجہ دلائی ہے اخلاف پر اس کی پاسداری واجب ولازم ہے، البتہ اس تعلق سے زاویۂ فکر ونظر بذیل تعامل مختلف ہو سکتا ہے، لیکن اہداف ومقاصد کی اقدار سو فیصد غیر مختلف فیہ ہیں، چنانچہ مقصدی اعتبار سے ہمارا زاویۂ فکر ونظر اس حقیقت کو محیط ہے کہ ہمارے اکابر واسلاف کی علمی، تعلیمی، دینی، اسلامی، ملی، سیاسی، انتظامی ہمہ جہت جہود وکاوش قدر مشترک کے طور پر اہداف ومقاصد کے نقطۂ نظر سے تاریخی تسلسل واستمرار سے مربوط ہے جس پر ڈیڑھ صدی پر محیط احوال وکوائف اور اس کے بالمقابل اکابر واسلاف کی راہنما جہود شاہد عدل ہیں اور مسلمہ اصولوں میں کسی قسم کی لچک پیدا کئے بغیر اپنے اپنے ادوار میں پیش آمدہ احوال وکوائف واقعات، مشاہدات وتجربات کی بنیاد پر بروقف وبرمحل حکمت عملی وضع کر کے بروئے عمل لانے کا عنوان ہی دراصل تحفظ مسلک ہے اور تاریخی تسلسل وارتباط کے ساتھ معتدل تعامل ہی جماعت علمائے دیوبند کے دیگر نقطہ ہائے فکر ومسالک پر علمی وعملی اور فکری تفوق کی دلیل ہے جس کو تمام ہی وسیع الفکر اہل علم حضرات نے تحفظ دیوبندیت کے عنوان سے معنون کیا

ہے؛ لہٰذا اس تناظر میں تاریخی ارتباط اور تسلسل کے تحفظ کی ذمہ داری جماعت موجودہ پر عائد ہوتی ہے کہ اپنے دور کے موجودہ اکابر کے احوال وکوائف کو محققانہ طور پر اگلی نسلوں کی راہنمائی کے لئے ضبط ومحفوظ کریں جوکہ ان کے لئے اپنے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ حکمت عملی وضع کرنے کے لئے مضبوط بنیاد واساس فراہم کرنے میں معاون وممد ثابت ہوسکے، اور یہی مقصد اس مجوزہ سیمینار کے حوالے سے بھی ہے کہ حضرت قبلہ والدمحترم نور اللہ مرقدہٗ کی انہیں اہداف کے تناظر میں ستر سالہ ہمہ جہت وہمہ نوع خدمات کی تحقیق وتنقیح کے بعد تذکرے پر مشتمل یہ ایک کوشش وکاوش ہے جوکہ تحفظ دیوبندیت سے بھی مربوط ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج سے قریب بارہ سال قبل ۲۰۰۶ء میں حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی مسلک دیوبند کے تحفظ کے ذیل میں ہمہ نوع طویل ترین خدمات کو تحقیقی مقالات کی صورت میں مدون کیا گیا اور حضرت خطیب الاسلام علیہ الرحمہ کی زیرسرپرستی وزیرانتظام سیمینار کے زیرعنوان ہی اس باوقار علمی تقریب کا انعقاد ہوا، جس میں ملک وبیرون ملک سے جماعت علمائے دیوبند کے بہت سے اصحاب علم وعمل نے شرکت فرمائی تھی اور وہ سیمینار بھی انہی اہداف ومقاصد سے مربوط تھا اور اس میں بھی رخصت پذیر شخصیت کے لاحاصل تذکروں سے گریز کی پالیسی رکھی گئی تھی، تاہم قرار واقعی واقعات کی تنقیحات وتوضیحات کی گنجائش بایں طور ضرور پائی جاتی تھی، مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ مرور زمانہ سے آنے والی نسلیں ''عدم واقفیت'' کی بنیاد پر ازراہِ عقیدت ومحبت خلط مبحث کے طور پر افراط وتفریط کا شکار ہوکر راہ اعتدال سے نہ ہٹ جائیں اور قرار واقعی خدمات وواقعات کی حقیقت کہیں گم ہوکر اساطیر کی صورت اختیار نہ کرلیں، حضرت والا بخوبی واقف ہیں، دوسرے نقطہ ہائے افکار ومسالک میں اس کی مثالیں خلط مبحث کے طور پر موجود ہیں۔

ماضی قریب میں ہی جامعہ قاسمیہ کھروڈ گجرات میں حضرت مولانا شیخ محمد حنیف صاحب لوہاروی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ ہذا کے زیر اہتمام وانتظام حضرت الشیخ علامہ محمد یونس صاحب جونپوری قدس سرہٗ کی بلند پایہ عظیم ترین حدیثی خدمات کونسل نو کی راہنمائی کی غرض وغایت کے نقطۂ نظر سے مجلس مذاکرہ بعنوان سیمینار منعقد کیا گیا تھا جس میں ملک کے مختلف حصوں سے اصحابِ علم وفضل حضرات نے شرکت فرمائی تھی، اُس سیمینار کے ایجابی جہت میں بھی یہی مقصد راہنمائی کارفرما تھی جس کے فوری فوائد یہ سامنے آئے کہ اہل علم حضرات کی جانب سے مختلف مقامات سے تحقیق کی بنیاد پر رسائل وکتب اشاعت پذیر ہوکر علمی ذخیرے میں اضافے کا باعث بنے ہیں۔

اس خط میں خدانخواستہ حضرت والا کی بات کا رد ہرگز ہرگز مقصود نہیں، بلکہ بصد ادب واحترام قرار واقعی نوعیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے محض اپنے زاویہ فکر ونظر کا اظہار اور دیوبندیت کے تحفظ کے تعلق سے اپنی جہود وکاوش کا تذکرہ مقصود ہے، اگر کسی بھی درجہ میں کوئی گستاخی یا استخفاف سرزد ہو گیا ہو تو راقم السطور بصد ادب واحترام اس یقین کے ساتھ معذرت خواہ ہے کہ آں محترم اپنے مقام شفقت سے عفوودرگزر فرمائیں گے۔ مستجاب دعواتِ صالحہ میں یاد فرمائی کی درخواست ہے۔ والسلام

محمد سفیان قاسمی

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مؤرخہ ۲۲ ؍ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ

Scanned by CamScanner

مرکزی عناوین برائے سیمینار

حضرت خطیب الاسلامؒ حیات و خدمات۔
حضرت خطیب الاسلامؒ کے علمی کارنامے۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت خطیب۔
حضرت خطیب الاسلامؒ کی تصنیفی و تالیفی خدمات۔
حضرت خطیب الاسلامؒ کا اسلوب نگارش۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت شاعر۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت محدث۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت مدرس۔
حضرت خطیب السلامؒ کی تصنیفات اوران کا علمی مقام۔
حضرت خطیب الاسلامؒ دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام واستحکام کے پس منظر میں۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت مہتمم۔
تاسیس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میں حضرت خطیب الاسلامؒ کا کردار۔
دارالعلوم وقف دیوبند حضرت خطیب الاسلامؒ کے عہد اہتمام میں۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت ملّی قائد۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت ترجمان فکر دیوبند۔
حضرت خطیب الاسلام بحیثیت شارح علوم نانوتویؒ۔
حضرت خطیب الاسلامؒ بحیثیت سرخیل فکر ولی اللّٰہی۔
حضرت خطیب الاسلامؒ اپنے ذاتی احوال واوصاف کے آئینہ میں۔
حضرت خطیب الاسلام کی مختلف علمی وملی مراکز کی ریاست وسرپرستی۔

وحدت امت کے باب میں حضرت خطیب الاسلامؒ کا کردار۔

حضرت خطیب الاسلامؒ کا اعتدال فکر ونظر۔

حضرت خطیب الاسلامؒ اور تصوف وسلوک۔

حضرت خطیب الاسلام کے اساتذہ ومشائخ۔

حضرت خطیب الاسلامؒ کے نامور تلامذہ۔

حضرت خطیب الاسلامؒ: اپنے افکار ونظریات کی روشنی میں۔

مدارسِ اسلامیہ اور عہدِ عاضر میں اس کے تقاضے: حضرت خطیب الاسلامؒ کے افکار ونظریات کی روشنی میں۔

عصرِ حاضر میں تحریک مدارس کا ایک عظیم نمائندہ۔

عصر حاضر میں اسلام کی تفہیم وتشریح میں حضرت کا اندازِ فکر۔

جب میں نے اپنا معذرت نامہ مہتمم صاحب مدظلہ کو بھیجا تو انھوں نے بھی سیمینار میں شرکت سے معذرت کردی

مکرم ومحترم حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی زیدمجدکم السامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوگا۔

باعث عریضہ ایں کہ آنجناب نے ۱۲/اگست کو منعقد ہونے والے سیمینار میں شرکت کا دعوت نامہ بندہ کے نام ارسال فرمایا تھا اور زبانی بھی حکم فرمایا تھا۔ بندہ نے حاضری کا وعدہ کرلیا تھا، اور شرکت کا ارادہ بھی تھا۔

لیکن کل گذشتہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری صدر المدرسین دارالعلوم نے اپنا وہ گرامی نامہ احقر کے پاس بھیجا جو جناب کو ارسال فرماچکے تھے۔ اس میں اس اجتماع کی شرعی حیثیت کے ساتھ دارالعلوم کے تعامل کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ دارالعلوم میں حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا غلام رسول خاموش صاحب، حضرت مولانا ریاست علی صاحب، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے انتقال پر تعزیتی جلسے نہیں کیے گئے۔ اس نئی صورت حال کے پیش نظر بندہ کے لئے بھی اس اجتماع میں شرکت مشکل ہے۔ امید ہے کہ معذرت قبول فرمائیں گے۔

سوانح حضرت رائپوری کا وہ مضمون جو حضرت مہتمم صاحب زید فضلہ کے علم میں لایا گیا تو انھوں نے دوبارہ مولانا سفیان صاحب کو تحریر بھیجی کہ میں سیمینار میں شرکت کروں گا

مکرم ومحترم حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی زید مجدکم السامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوگا۔

اطلاعاً تحریر ہے کہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی تحریر کی بنا پر میں نے سیمینار کے سلسلہ میں جو رائے قائم کی تھی اور مجوزہ سیمینار میں شرکت سے معذرت کی تھی، اب اس رائے سے میں رجوع کرتا ہوں، کیونکہ واقعات وشواہد اور دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ کسی وفات یافتہ شخصیت کے واقعی محاسن اور کارناموں کے ذکر کی خاطر اگر کوئی مجلس منعقد کی جائے تو وہ نوحہ جاہلیت اور نہیِ ممنوع کے ذیل میں نہیں آتی۔ یہ الگ بات ہے کہ دیگر کسی محذورِ شرعی کی بنا پر اس مجلس میں شرکت سے گریز کیا جائے۔

بندہ نے اپنی اس تبدیل شدہ رائے سے حضرت مفتی سعید احمد صاحب کو بھی مطلع کردیا ہے، اگر مفتی صاحب بھی اپنی رائے تبدیل کردیتے ہیں تو بہت بہتر، ورنہ وہ ان کی منفرد رائے ہوگی، اسے اکابر دیوبند کا مسلک نہیں کہا جائے گا، کیونکہ دیوبندیت اتباعِ شریعت اور پیروی سنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔

اب بندہ کا ارادہ حسب وعدہ سابق سیمینار میں شرکت کا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ بندہ حتی الامکان ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی کی زد میں آنے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور بلا شدید مجبوری کے اس کی گنجائش نہیں سمجھتا۔ امید ہے کہ اس بات کا خیال رکھا جائے گا۔

سوانح حضرت رائپوریؒ کا وہ مضمون جو حضرت مہتمم صاحب زید مجدہ کے علم میں لایا گیا

کارروائی: تعزیتی جلسہ منعقدہ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا الحاج المولوی شاہ عبدالرحیم صاحب قدس اللہ سرہٗ کی رحلت کا ذکر ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند پر نسبتاً اس کا اثر زیادہ تھا، اس لئے بتاریخ ۹؍ جمادی الثانیہ ۱۳۳۷ھ یوم چہار شنبہ کو مدرسہ کے تمام طلبہ و مدرسین نے قرآن شریف اور کلمہ طیبہ کا ختم کیا اور نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر نمازِ عصر پڑھنے سے قبل تک بہت زیادہ مقدار ثواب کی مولانا رحمہ اللہ کی روح انور کے لئے بارگاہ باری میں پیش کی گئی۔ پانچ سو سے زائد طلبہ کا مجمع جس ذوق و شوق کے ساتھ ایصالِ ثواب کی غرض سے قرآن شریف کی تلاوت اور کلمہ طیبہ کا کثیر التعداد ذخیرہ جمع کر رہا تھا، وہ فی الحقیقت قابلِ دید تھا۔

اس کے دوسرے دن حضرت مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم دارالعلوم کے حکم سے تمام طلبہ و مدرسین و ملازمین دارالعلوم کو اس غرض سے جمع کیا گیا کہ حضرت مولانا رائپوری کا ذکر خیر کیا جائے اور ان کے لئے دعائے مغفرت و ترقی مدارج کر کے اپنے لئے ذخیرۂ آخرت کیا جاوے۔

مدرسہ کا وقت شروع نہ ہونے پایا تھا کہ نودرہ کی وسیع عمارت طلبہ و مدرسین سے بھری ہوئی نظر آنے لگی۔ دارالعلوم دیوبند میں نودرہ کی عمارت وسیع ترین عمارت ہے، لیکن طلبہ کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو گیا ہے کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو وہ

عمارت بھی تنگ معلوم ہوتی ہے، مگر اس اجتماع میں متعلقینِ مدرسہ ہی شریک نہ تھے، بلکہ قصبہ دیوبند کے حضرات کی تعداد بھی معقول تھی، اسی وجہ سے یہ عمارت اور بھی زیادہ بھری ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے حضرت مولانا الحاج المولوی الحافظ محمد احمد صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم ''نودرہ'' میں تشریف لائے اور اسی وقت جلسہ کی کاروائی کا افتتاح یوں ہوا کہ اولاً حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ نے جلسہ کی غرض بیان کی، اور مولانا رائپوری رحمہ اللہ کے مختصر اوصاف بیان کیے اور اس کے بعد نوحہ جاہلیت اور ثنا علی الاموات (مرنے والے کی تعریف) میں لطیف فرق بیان فرما کر فرمایا کہ آج ہم جو کچھ بیان کریں گے وہ اس ارشادِ نبوی ﷺ کی تعمیل ہوگی جس میں مسلمانوں کو مر کر جدا ہو جانے والوں کا ذکر: خیر کے ساتھ کرنے کا مامور کیا گیا ہے۔ یہ نوحہ جاہلیت یا نعی حرام نہیں ہے، اس کے بعد آپ نے بعض شواہد پیش فرمائے اور اپنی تقریر کو ختم کیا۔

مددگار مہتمم صاحب کے بعد مولانا العلام حضرت مولوی سید انور شاہ صاحب قائم مقام مدرس اول دارالعلوم دیوبند نے ایک مختصر مگر جامع تقریر کی، مولانا رائپوریؒ کے ان اوصاف کا ذکر کرنے کے بعد کہ جو روز روشن سے زیادہ عیاں تھے آپ نے ان خواص وخصائص کا ذکر بھی فرمایا کہ جن میں مولانا اپنے دوسرے اقران (ہم عصروں) سے بالکل ہی ممتاز تھے، انہیں خواص میں فراست، ذکاوت، اصابت رائے، مناقشات ومجادلات سے تحرز، مردم شناسی، ہر شخص کی اس کے مرتبہ کے موافق قدردانی بھی تھی۔

شاہ صاحب مدظلہ کی اس تقریر پر حاضرین کو اس اجمالی حزن وغم کی تفصیل معلوم ہوئی، جس کا اثر ان کے دلوں پر ہو چکا تھا، اور جس ناقابل تلافی نقصان کا اذعان وہ کر چکے تھے اس کو اس وقت اچھی طرح سمجھے اور سچ یہ ہے کہ آنسوؤں کے چشمے اسی

وقت سے آنکھوں سے نکلنے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ اس کے بعد آپ نے بھی نعی اور اموات کے ذکر خیر میں فرق بیان کیا، اکابر امت کے اشعار پڑھے کہ جن میں مرنے والوں پر حزن وملال کا اظہار کیا گیا تھا اور ان کے اوصاف بیان کئے گئے تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کے مرنے پر اس کے واقعی اوصاف ذکر کئے جاویں تو یہ ہرگز ممنوع نہیں ہے، لیکن مبالغات شعریہ اور حدودِ شرع سے مجاوز الفاظ بے شک لائق احتراز ہیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی عربی نظم سنائی جو کہ صرف ایک ہی رات میں زیادہ سے زیادہ تین گھنٹہ میں لکھی گئی تھی، جن لوگوں کو حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی ان تقریروں کے سننے کا اتفاق ہوا ہے جو کہ بوقت درس ہوتے ہیں تو وہ جانتے ہی ہیں، لیکن جن لوگوں کو تقریر کے سننے کا اتفاق نہیں ہوا ہے وہ بھی طلبہ وعلماء کی متواتر روایتوں سے اس قدر معلوم کر چکے ہوں گے کہ آپ اپنے خداداد علوم کے اعتبار سے ان اسلاف میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں جن کو زمانہ قرنوں اور صدیوں کے بعد دیکھا کرتا تھا۔

مختصر یہ ہے کہ آپ کی نسبت یہ فیصلہ کرنا بھی ہر شخص کا کام نہیں کہ آپ کو علوم عقلیہ ونقلیہ میں سے کس سے زیادہ مناسبت ہے اور کس سے کم، اس واسطے کہ آپ ابتدائی علوم سے لے کر انتہائی علوم تک ہر علم میں محققانہ انداز رکھتے ہیں۔

آپ کے عربی کے قصائد کبھی کبھی "القاسم" میں شائع ہوتے ہیں جن کا لطف ان ذی علم حضرات کو بہت زیادہ آیا ہوگا، جن کو علم وادب سے زیادہ نہ سہی تھوڑی سی ہی مناسبت ہوگی، آپ نے ایک طویل نظم حضرت مولانا رائپوری کے اوصاف میں پڑھی۔ آپ کا ہر ہر شعر فصاحت وبلاغت، صنائع وبدائع کے جواہر سے مرصع معلوم ہوتا تھا اور مولانا کی وفات سے مجروح دلوں کے لئے نشتر کا کام دیتا تھا، اس مجمع میں چونکہ بیشتر حصہ ذی علم حضرات کا تھا اس لئے ان اشعار پر بہت گہری نظریں پڑ رہی تھیں۔

حضرت شاہ صاحب کی یہ نظم ختم ہونے کے بعد حضرت مددگار مہتمم صاحب نے بندہ کو امر کیا، شاہ صاحب کی نظم کے بعد ظاہر ہے کہ بندہ کی نظم کس درجہ کی ہوسکتی تھی، مگر امتثالاً للامر میں نے بھی چند شعر عربی کے سنائے۔ حاضرین جلسہ نے باوجود میری علمی بے بضاعتی کے قدر افزائی کی۔

کمترین کے بعد حضرت مددگار مہتمم صاحب نے اپنی پُر جوش اور بڑے بڑے قلوب قاسیہ کو ہلا دینے والی نظم سنائی، آپ کے عربی قصائد میں خداوند عالم نے سلاست، فصاحت کے ساتھ ہی قلوب میں تأثیر کا وصف کچھ ایسا عطا فرمایا ہے کہ اس کی حقیقت آپ کے اشعار کو ہی پڑھ کر معلوم ہوسکتی ہے، عجمی شخص عربی زبان کا کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو، مگر عجمیت کا رنگ اس میں آہی جاتا ہے اور اہل ذوق معلوم کر ہی لیتے ہیں کہ اس شعر میں عجمیت کی چاشنی ہے مگر آپ کے اشعار ہمیشہ عجمیت کے ذائقہ سے کوسوں دور ہوتے ہیں اور آپ کے اشعار کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم کا کوئی عربی النسل نہایت ہی پُر جوش لہجہ میں اپنے قلبی جذبات وروحی احساسات کا اظہار کر رہا ہے۔

آپ کے بعد حضرت مولانا الحاج المولوی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم نے عربی، فارسی، اردو کی نظمیں پڑھیں۔ آپ کو شاعری سے زیادہ دلچسپی نہیں، لیکن اشعار کو سن کر کوئی شخص یقین نہیں کرسکتا کہ آپ فن شاعری میں کہنہ مشق نہیں ہیں۔ ان تمام اشعار کو ان شاء اللہ شائع کیا جاوے گا، اس وقت معلوم ہوا کہ دارالعلوم کے مقدس اور باز ہدوورع مفتی صاحب کے اشعار میں ایک ''قدسی صفت'' کی مفارقت کا کس قدر درد بھرا ہوا ہے۔

آپ کے بعد حضرت مولانا مولوی شبیر احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے اپنی اردو کی نظم سنائی، عربی نظموں نے مولانا رائپوری کی وفات کے مجروحوں کو پہلے ہی سے بیتاب کر رکھا تھا کہ آپ نے اپنی نظم میں اور بھی بیتاب کر دیا، اردو زبان میں ہونے اور دردناک مضامین سے بھرے ہونے کی وجہ سے سامعین پر اس کا کچھ ایسا اثر

ہوا کہ ضبط گریہ مشکل ہو گیا اور شرکائے جلسہ باوجود ضبط کے بلند آوازوں سے رونے لگے، کچھ دیر تک یہی سماں رہا۔

ان کے بعد حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب مدرس دارالعلوم، حضرت مولانا مولوی سراج احمد صاحب معتمد المدیر "القاسم" و "الرشید" نے اپنی فارسی و اردو کی نظمیں سنائی۔ یہ اشعار شاعری کے بے جا مبالغات سے پاک ہونے کے باوجود نہایت ہی مؤثر پیرایہ رکھتے ہیں۔ ان کی قدر ناظرین کو ان شاء اللہ اس وقت معلوم ہوگی جب کہ وہ مطبوع ہونے کے بعد ناظرین کرام کے سامنے پیش کئے جاویں گے۔

ان حضرات کے بعد طلبہ کے اشعار شروع ہوئے، مولوی قاری محمد طیب و قاری حافظ محمد طاہر سلمہما (یہ دونوں قاسم العلوم والخیرات قطب العالم حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے پوتے اور حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کے صاحبزادے ہیں) قاری حافظ عتیق الرحمٰن سلمہ و مولوی حکیم محمد اسحاق صاحب وغیرہ نے بھی اشعار ہی کے سلسلہ میں اظہار غم کیا۔

قصبہ دیوبند کے بعض شعراء بھی شریک جلسہ تھے، انھوں نے شاعرانہ انداز میں اپنی پرزور نظم سنائی۔ اس تمام کاروائی میں وقت بہت زیادہ گذر گیا تھا، مگر مولوی محمد ابراہیم صاحب مسقطی مرحوم ان نفوس میں نہ تھے جن کی علمی قابلیت کے ساتھ ہی ان کا علم بھی خفا میں ہو، اس لئے باوجود ضیق وقت کے ان کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنی عربی نظم سنا دیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنی عربی اشعار سنائے اور آہ کیا خبر تھی کہ آج یہ مولانا رائپوری کی وفات پر اظہار غم کر رہے ہیں اور پورا ہفتہ بھی نہ گذرنے پاوے گا کہ یہ خود اکابر دارالعلوم کو اپنا داغ فرقت دے جائیں گے۔

محمد اعزاز علی غفرلہ

(ماخوذ از ماہنامہ "القاسم" بابت ماہ رجب ۱۳۳۷ھ ہجری)

یاد رفتگان

قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس اللہ سرہٗ کی وفات کی اطلاع اس سے قبل دی جاچکی ہے، اس وفات کے انتہائی حزن وملال کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس جانکاہ خبر نے قبلہ عالم حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب متعنا اللہ بعموم فیوضہ وطول حیاتہ کو باوجودیکہ مالٹا کی نظر بندی اور اقارب وخدام کی مفارقت (اور وہ بھی ضعف کے زمانہ میں) اس قسم کے تمام غموم وہموم کو بھلادینے کے لئے کافی تھی، لیکن حضرت قطب العالم کی خبر وفات نے انہیں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور آپ نے چند اشعار میں اپنے اس غم کا اظہار کیا جو اس خبر نے پیدا کردیا تھا۔

ہم ان اشعار کو شائع کرچکے ہیں اور ان اشعار کا حال وہی لوگ خوب بتاسکتے ہیں، جنھوں نے ان کو پڑھا ہے، اور یا وہ لوگ بتاسکتے ہیں جو یہ معلوم کرکے کہ یہ اشعار علاحدہ بھی طبع کرالیے گئے ہیں، فرمائشی خطوط روانہ کرتے رہتے ہیں، حضرت قطب العالم رحمہ اللہ کی وفات کو ایک عرصہ گذرگیا، امتداد زمانہ کی وجہ سے اس رنج وغم میں کمی ہونی چاہئے تھی، لیکن ان اشعار کے شائع ہونے کے بعد ہی آپ کے متوسلین نے آپ کی وفات کے متعلق دوسری نظموں کا تقاضا شروع کردیا، جس سے ظاہر ہے کہ قلوب سے اب تک اس صدمہ جانکاہ کا اثر زائل نہیں ہوا ہے۔

حضرت قطب العالمؒ کی وفات کے بعد ہی اکابر دارالعلوم دیوبند نے ایک تعزیتی جلسہ کیا تھا، جس میں بعض بعض صاحبوں نے نظمیں بھی پڑھی تھیں، اسی سلسلہ میں وہ پُر درد نظم بھی تھی جو کہ ’’درد دل‘‘ کے نام سے مطبع قاسمی دیوبند نے شائع کی ہے۔

ہم ان غیر مطبوع نظموں کو شائع کرتے ہیں۔ ناظرین دیکھیں گے کہ ان میں وہ اشعار بھی ہیں جن کو خزینۂ علم کہا جاسکتا ہے۔ ہم نے نظموں کی ترتیب میں ناظمین کے مراتب کی تقدیم و تاخیر کا لحاظ نہیں کیا ہے اور نہ ہم اپنے آپ کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اکابر کے مراتب کی تعیین کرسکیں۔ بناء علیہ ہم نے اس میں صرف اردو، فارسی، عربی کی نظمیں علی الترتیب شائع کردی ہیں اور ناظمین میں سے کسی چھوٹے بڑے کے مرتبہ کی پابندی نہیں کی۔

محمد اعزاز علی غفرلہ

ماخوذ (القاسم بابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

پاکستان سے تازہ دارالافتاء میں درج ذیل سوال آیا

سوال: اور کیا میت کے فوتگی سے کچھ دن بعد یہ جلسے اور سیمینار کئے جائیں یا کچھ مہینے بعد یا ۳۰، ۴۰ سال بعد، تو کیا اس سے شرعی حکم مختلف ہوگا؟

(تعزیتی جلسوں اور سیمینار کے لئے میت کے مکان ومقام یا اس سے ہٹ کر دوسری جگہ پر تحریری یا زبانی طور پر بلایا جاتا ہے اور اس محفل میں میت کے محاسن ومناقب بیان کئے جاتے ہیں (اگر وفات شدہ شخص عالم ہوتو دوست احباب ان کی علمی زندگی کے متعلق مقالات بھی پڑھتے ہیں وہاں) نیز میت کے لئے ایصالِ ثواب بھی کیا جاتا ہے)

الف: کیا یہ جلسے اور سیمینار کرانا مکروہ اور بدعت ہے؟ بدلیلِ حدیث ''اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ'' (سنن ابن ماجہ) جیسے کہ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ ومفتی حبیب الرحمٰن مدظلہ اور حضرت مولانا محمد امین صاحب پالن پوری مدظلہ وغیرہ کی رائے ہے کہ مندرجہ بالا حدیث کی رو سے یہ جلسے اور سیمینار ممنوع ہیں۔

ب: کیا یہ جلسے مباح ہیں؟

ج: کیا یہ جلسے اور سیمینار مندوب ہیں؟ بدلیلِ حدیث ''اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ'' (جامع ترمذی، سنن ابوداؤد) تعزیتی جلسہ اور خاص اس جلسے میں مرثیے پڑھنے کا کیا شرعی حکم ہے؟ نیز کسی کی یاد میں مرثیہ کہنے کا کیا حکم ہے؟ (جلسے میں ہو یا ویسے ہی ہو) کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرثیہ پڑھنا ثابت ہے؟ بقول علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مرثیہ پڑھا ہے (انوار الباری ص:۱۵۶)

اگر تعزیتی جلسے اور اس میں مرثیے پڑھنے کو ممنوع وشجرِ ممنوعہ قرار دیا جائے یا اس کو

صرف ظاہری رسم ٹھہرایا جائے تو اکابرینِ دیوبند (جو سنت پر مکمل عمل پیرا اور قرآن وحدیث اور فقہ کے ماہرین تھے) سے جب تعزیتی جلسے اور مرثیے پڑھنا ثابت ہیں تو اس کی کیا تاویل کی جائے گی؟

الف شیخ الہندؒ کی وفات پر تعزیتی جلسہ۔

شیخ الہندؒ کے وفات کے بعد ایک دن حضرت مولانا حافظ احمد صاحبؒ کی زیرِ صدارت تعزیتی جلسہ ہوا، سب ہی اکابر نے مرثیے پڑھے۔

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی آنسو کی روانی میں دو قصیدے پڑھے ایک عربی کا اور ایک فارسی کا۔

پھر فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی سنت کے مطابق حزن وملال کا اظہار کیا ہے، حضرت صدیقِ اکبرؓ نے بھی مرثیہ پڑھا ہے۔اس لئے آنسو بہانا یا غم کرنا بدعت نہیں ہے، صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (صاحبزادۂ حضور ﷺ) کے وصال پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ’’إنا بفراقک یا إبراهیم لمحزونون‘‘ (رواہ البخاری، انوار الباری، صفحات ۱۵۵و۱۵۶)

ب: علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی وفات پر متعدد تعزیتی جلسے۔

ایک جلسہ ڈابھیل میں ہوا جس میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی تعزیتی کلمات کہے تھے۔

اسی طرح دوسرا جلسہ تعزیتی دارالعلوم دیوبند کی دارالحدیث میں ہوا، جس میں اکابر دیوبند خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے تعزیتی تقریر کی۔

اسی طرح تیسرا تعزیتی جلسہ دہلی میں جمعیۃ العلمائے ہند نے کیا جس میں خصوصاً

مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید نے تعزیتی تقاریر کیں (نقشِ دوام صفحات ۵۹-۶۱)

یہ جلسے خصوصاً اس لئے ذکر کئے کہ ان میں سب بڑے بڑے اکابر نے بذاتِ خود شرکت کی اور تقاریر کیں۔

اس کا حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مدظلہ نے درج ذیل جواب دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: اہل میت کو تسلی دینا اور ان کے غم میں اپنی شرکت کا اظہار کرنا، اور ان کے غم کو ہلکا کرنا، امر مسنون و مستحب ہے: لقولہ علیہ السلام "من عزّی اخاہ بمصیبة کساہ اللہ من حلل الکرامة" مقامی لوگوں کے لئے تین دن کے اندر اندر تعزیت جائز ہے اور باہر والوں کے لئے تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنا جائز ہے، تعزیت کے نام سے باقاعدہ جلسہ کرنا درست نہیں۔

حضرت مہتمم صاحب (مولانا ابوالقاسم صاحب) نے مولانا سفیان صاحب کو شرکت کی تحریر بھیج کر مجھے یہ تحریر بھیجی جس کے جواب میں آئندہ مفصل تحریر لکھی گئی

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم ومحترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری زید مجدہم

صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ہمرشتہ تحریریں ملاحظہ فرمائیں، یہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے سانحۂ وفات کے موقعہ پر نودرہ دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والے جلسۂ تعزیت کی تفصیلی روداد ہے جو اُس وقت دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ ''القاسم'' بابت ماہ رجب وذی قعدہ ۱۳۳۷ھ میں شائع ہوئی تھی، اوراس کے حوالہ سے حضرت رائے پوری کی سوانح حیات ''سوانح حیات قطب عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز'' (مصنفہ مولانا عبد الخالق آزاد) ص:۵۲۷ تا ۵۳۳ پر نقل کی گئی ہے۔ اس تعزیتی جلسہ میں حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نائب مہتمم، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری صدر المدرسین، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی، حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا ابراہیم صاحب مسقطی وغیرہم اوران کے علاوہ اس وقت کے نوجوان صاحبزدگان حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا محمد طاہر صاحب اور حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب وغیرہ شریک تھے، اس جلسہ تعزیت میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

عثمانیؒ اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے خاص طور پر ان مضمون کو بیان فرمایا کہ یہ جلسہ نوحۂ جاہلیت یا نعی حرام نہیں ہے۔ اور نوحۂ جاہلیت اور ثناء علی الاموات کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم جو کچھ بیان کریں گے وہ اس ارشادِ نبوی کی تعمیل ہوگی جس میں مسلمانوں کو مر کر جدا ہو جانے والوں کا ذکر خیر کرنے کا مامور کیا گیا ہے۔

اس تفصیلی روداد کو دیکھنے کے بعد اور مختلف اکابر کے انتقال کے موقع پر دارالعلوم دیوبند میں ہونے والے جلسہائے تعزیت کا علم ہونے کے بعد بندہ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ آنجناب نے جلسۂ تعزیت یا سیمینار کو نوحہ قرار دینے کا جو نظریہ قائم فرمایا ہے، وہ دراصل دیوبندیت نہیں ہے، کیونکہ دیوبندیت کے اساطین صراحت کے ساتھ اس نظریہ کی نفی کر رہے ہیں اور مسلسل اس کے خلاف عمل ہوتا رہا ہے، اس وضاحت کے بعد بندہ نے آنجناب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے جو نظریہ قائم کیا تھا اب اس سے رجوع کرتا ہے۔

اور آنجناب نے بھی یہ رائے ذاتی نظریہ کے طور پر نہیں دی تھی بلکہ بحیثیت صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، دیوبندیت کے ترجمان کی حیثیت سے دی تھی اور اس کو دیوبندیت قرار دیا تھا اور اب اس نظریہ کا غلط ہونا واضح ہو چکا ہے اس لئے آپ کو بھی اس رائے سے صراحۃً رجوع کرنا ضروری ہے، کیونکہ نہ صرف کبار اساتذۂ کرام دارالعلوم بلکہ ملک میں مسلک دارالعلوم دیوبند سے وابستہ بہت سے حضرات کے اندر آپ کی اس رائے کی بنا پر سخت بے چینی پیدا ہوگئی ہے، اس کو مختلف رنگ دیئے جا رہے ہیں اور اب یہ اختلاف کا ایک نیا عنوان بنتا جا رہا ہے۔

میں امید کرتا ہوں جلد از جلد آپ اپنے تحریری رجوع نامہ سے سرفراز فرمائیں گے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۷ / ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ / اگست ۲۰۱۸ء

حضرت مہتمم صاحب زید کرمہ کی تحریر کے جواب میں میں نے یہ مفصل تحریر لکھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر سید محترم حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی زید فضلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکتوبِ گرامی موصول ہوا، ساتھ میں بڑے حضرت رائے پوری قدس سرہ کی وفات کے بعد نودرہ دارالعلوم دیوبند میں جو تعزیتی اجلاس ہوا تھا اور اس وقت کے دارالعلوم دیوبند کے اکابر نے شرکت فرمائی تھی اور جس کی روداد ماہنامہ القاسم میں شائع ہوئی تھی، وہ بھی موصول ہوئی اور میں نے اس کو بغور بار بار پڑھا۔

پھر مکتوبِ گرامی کے آخر میں حضرت والا نے ارقام فرمایا ہے کہ آپ نے جو مکتوب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب مدظلہ کو لکھا تھا اور اس میں سمینار کو نوحہ کی ایک شکل قرار دیا تھا، یہ بات ذاتی نظریہ کے طور پر نہیں لکھی تھی، بلکہ بحیثیت صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، دیوبندیت کے ترجمان کی حیثیت سے لکھی تھی، اس کو دیوبندیت قرار دیا تھا اور اب اس نظریہ کا غلط ہونا واضح ہو چکا، اس لئے آپ کو بھی اس رائے سے صراحتاً رجوع کرنا ضروری ہے۔

جواباً عرض ہے کہ میں نے وہ خط حضرت مولانا قاسمی مدظلہ کے نام سمینار میں اپنی عدم شرکت کی موجّہ اطلاع دینے کے لئے لکھا تھا، پھر مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے

اس کی کاپی ملاحظۂ عالی کے لئے بھیج دی، جبکہ وہ میری نجی تحریر تھی، آپ کے پاس نہیں بھیجنی چاہئے تھی، مگر میں نے اس لئے بھیجی تھی کہ آپ بڑے ہیں، آپ کے سامنے بات آئے تو آپ اس سلسلہ میں بابصیرت ہوں۔ مگر ہوا یہ کہ وہ تحریر تمام اساتذہ کے پاس بھیج دی گئی جس سے اساتذہ اور طلبہ میں بے چینی پیدا ہوئی اور بات کا بتنگڑ بن گیا!

اور نفس مسئلہ کے سلسلے میں مجھے چند باتیں عرض کرنی ہیں:

اول: دیوبندیت: مسلکِ اہل السنہ والجماعہ کا دوسرا نام ہے، دونوں میں بقدر انملہ بھی فرق نہیں، دنیا کا ہر وہ مسلمان جو اہل السنہ والجماعہ کے عقائد پر ہے اور بدعات، رسومات اور خرافات سے مجتنب ہے وہ دیوبندی ہے، اگرچہ اس نے دیوبند کا نام بھی نہ سنا ہو، اور جو ان کے طریقے سے ہٹا ہوا ہے اس کو دیوبندی کہنا مشکل ہے، اگرچہ وہ دیوبند میں رہتا ہو، اور دارالعلوم کے پہلو میں بسا ہوا ہو، بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی نیا فرقہ ہے، اس کے اصول وعقائد مختلف ہیں، بخدا اس میں کچھ صداقت نہیں۔

دوم: اہل السنہ والجماعہ کے عقائد کا مدار قرآن وسنت اور قرونِ ثلاثہ کے عمل پر ہے، جو باتیں قرآن وسنت کے خلاف ہیں اور قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہیں وہ رسوم وبدعات کے دائرے میں آتی ہیں، اور دارالعلوم دیوبند صرف ایک دانش گاہ نہیں بلکہ امحائے بدعت اور احیائے سنت کی ایک تحریک ہے، اس لئے ہمارے فضلاء سب سے پہلے سنت کو مضبوط پکڑتے ہیں اور بدعات کو مٹانے کی جان توڑ کوشش کرتے ہیں۔

سوم: بعض باتیں جو ایجادِ بندہ ہوتی ہیں وہ سنت کے ساتھ مشتبہ ہو جاتی ہیں، لوگ ان کو سنت سمجھنے لگتے ہیں، مگر ایک عرصہ کے بعد حقیقت سے پردہ اٹھتا ہے، اور حقیقتِ حال واشگاف ہوتی ہے، جب دیوبندیت کی تحریک شروع ہوئی تو علماء

بدایوں، اور علماء بریلی نے بہت سے امور میں اختلاف کیا، وہ ان کو جائز بلکہ سنت قرار دیتے تھے، اکابرین دیوبند نے بڑی محنت سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ باتیں اہل السنۃ والجماعۃ کی ڈگر سے ہٹی ہوئی ہیں، مگر آج تک یہ اختلاف باقی ہے۔

اس کی ایک مثال میلاد مروجہ کا جائز ہونا اور بدعت ہونا ہے، حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو شروع میں اس مسئلہ میں شرحِ صدر نہیں تھا، ان کی حضرت گنگوہی قدس سرہ سے لمبی مکاتبت ہوئی ہے جو تذکرۃ الرشید میں مطبوعہ ہے، آخر میں حضرت حکیم الامت کو اس کے عدم جواز پر شرح صدر ہوا، پھر اس سلسلے میں جو کام حضرت قدس سرہٗ نے کیا وہ طبقۂ اکابر میں کسی نے نہیں کیا۔

چہارم: کسی ملت پر جب زمانہ دراز گذر جاتا ہے تو وہ اپنے ڈگر سے ہٹتی ہے، آج سے تقریباً تیس سال پہلے حضرت اقدس مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرہٗ سے میں نے براہِ راست سنا ہے، آپ بریلویت کی رگ رگ سے واقف تھے، انھوں نے الفرقان شروع میں بریلی ہی سے نکالا تھا، انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اب دیوبند اور بریلی میں ایک بالشت کا فاصلہ رہ گیا ہے، یعنی بریلی دیوبند کے قریب نہیں آیا وہ اپنے منہاج سے ایک انچ نہیں ہٹا، دیوبند ہٹ کر ان کے قریب جا پہنچا ہے، اس کی بے شمار مثالیں ہیں، میں چند ذکر کرتا ہوں:

دیوبندیت کا امتیاز انبیاء، اولیاء اور ان کی قبور کو صحیح مقام دینا ہے، ان کے بارے میں غلو سے بچنا ہے، مگر اب ہم بھی اولیاء کی قبور کے ساتھ وہی معاملہ کرنے لگے ہیں جن کو بدعات کے دائرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اکابر کی قبروں پر کتبوں کا رواج عام ہو گیا ہے جبکہ ترمذی شریف میں حسن صحیح حدیث ہے، اس میں قبروں پر لکھنے سے منع کیا گیا ہے، ہاں یہ جزئیہ فقہ میں ضرور ہے کہ بڑوں کی قبر پر لکھ سکتے ہیں، مگر بڑا کون ہے؟ اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ پس ماندگان کے نزدیک تو ان کا مرحوم بڑا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ نہ مقبرہ قاسمی میں کوئی کتبہ تھا، نہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی قبر پر، نہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی قبر پر، مگر اب مقبرہ قاسمی میں ہم جاتے ہیں تو عیسائیوں کے قبرستان کا سماں نظر آتا ہے۔

اسی طرح زیارت قبور کا مسنون طریقہ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے: والمعهود من السنة ليس الا زيارتها والدعاء عندها قائما كما كان يفعل النبي صلى الله عليه وسلم في الخروج إلى البقيع (فتح القدیر ۲:۱۰۲)

میں حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی قدس سرہٗ (صدر المدرسین دار العلوم دیوبند) کے ساتھ زمانۂ طالب علمی میں کئی مرتبہ قبرستان قاسمی گیا ہوں، جہاں سے قبرستان شروع ہوتا ہے۔ حضرت بجلی کے کھمبے کے پاس رک جاتے تھے اور تقریباً دس منٹ کھڑے کھڑے کچھ پڑھتے تھے، پھر واپس لوٹ جاتے تھے، بس یہی سنت ہے، مگر اب لوگ رائے پور میں اور جھنجھانہ میں سر جھکا کر مراقبہ میں بیٹھتے ہیں اور زمین سے سر ایک بالشت اوپر رہتا ہے، ہوسکتا ہے کہ کل یہ سر زمین سے لگ جائیں اور سجدہ شروع ہوجائے۔

اور فقہ میں جو جزئیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسے جزئیات سنت کے معارض ہوں تو ان کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، ان پر نہ فتوی دیا جاتا ہے نہ عمل کیا جاتا ہے، جیسے تثویب کا استحباب تمام کتابوں میں مصرح ہے مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر نکیر فرمائی ہے، اس لئے ہم نہ اس پر عمل کرتے ہیں نہ فتوی دیتے ہیں، دوسرے حضرات اس پر عمل کرتے ہیں، یہی حال اس جزئیہ کا سمجھنا چاہئے، جب صحیح حدیث میں اس کی ممانعت ہے تو اس پر عمل کا کوئی مطلب نہیں۔

اسی طرح شامی جلد پنجم کتاب الحظر والاباحہ فصل فی اللبس کے آخر میں ہے کہ اولیاء کی قبور پر چادر چڑھانا جائز ہے، اگرچہ بدعت ہے، اس لئے کہ اکابر نے اس کو

پسند کیا ہے۔ ولکن نحن نقول الآن: إذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لایحتقروا صاحب القبر، ولجلب الخشوع والأدب للغافلین الزائرین فهو جائز لأن الأعمال بالنیات، وإن کان بدعة اھ۔ یہ جزئیہ بھی ہم نے لپیٹ کر رکھ دیا ہے، اس پر فتوی دیتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں، اس لئے کہ اکابر کا عمل بھی اس وقت حجت ہے جب کہ قرآن وسنت اور قرونِ ثلاثہ کے عمل سے مؤید ہو، ہر حال میں اکابر کے عمل کو لینا اکابر پرستی ہے، اکابر کا اتباع نہیں۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریف دین کے سات اسباب بیان کئے ہیں، ان میں ایک استحسانِ مشائخ ہے، اکابر نے جس چیز کو پسند کیا اخلاف اس کو دین سمجھ لیں اس سے بھی دین بگڑ جاتا ہے۔

پنجم: اب دیوبندیوں میں بزرگوں کی مسجد میں تدفین کا اور مدارس کے بانیان کا مدرسہ میں تدفین کا عام رواج ہو چلا ہے، جبکہ حدیث شریف میں اس کی صاف ممانعت ہے، اپنی ملکیت میں تدفین تو جائز ہے، یا گورغریباں میں تدفین ہو، مسجد اور مدرسہ کسی کی ملکیت نہیں، مدرسہ اس کے بانی کا ذاتی وقف نہیں، چندے سے قائم کیا گیا ہے پھر بانی کی مدرسہ میں تدفین کا کیا مطلب ہے؟ کل جب جہالت کا دور شروع ہوگا تو انہی قبروں کی پوجا شروع ہو جائے گی۔

ششم: اسی طرح حدیث میں مراثی کی ممانعت آئی ہے، اور القاسم میں جو روداد چھپی ہے، اس میں زور زور سے رونا دھونا ہوا ہے،

پھر نوحہ میں اور اس میں کیا فرق رہا؟ اور بزرگوں کے عمل کی یہ تاویل کریں گے کہ اس وقت مسئلہ منقح نہیں ہوا تھا، میں نے بھی جب تک یہ مسئلہ میرے ذہن میں صاف نہیں ہوا تھا تعزیتی جلسے میں شرکت کی ہے، بلکہ تقریر بھی کی ہے، اب جب بات واضح ہو گئی تو میں قرآن وسنت پر عمل کا پابند ہوں۔

اور اس تعزیتی اجلاس میں اکابرین نے جو فرمایا تھا کہ ہمارا عمل اذکروا محاسن موتاکم کے مطابق ہے اگر اس حدیث کا یہ مطلب ہے تو نھی عن المراثی کا کیا مطلب ہوگا؟ دونوں حدیثوں میں تعارض ہوجائے گا، پس الگ الگ محمل مقرر کرنا ضروری ہے، اور اگر کوئی کہے کہ حدیث: نھی عن المراثی ضعیف ہے تو اذکروا محاسن موتاکم بھی ضعیف ہے، دونوں برابر ہوگئیں، پس الگ الگ محمل تلاش کرنا ضروری ہے اور اس اجلاس میں جس کی رپورٹ القاسم میں چھپی ہے، اردو، عربی، فارسی کے مراثی پڑھے گئے ہیں اور ان پر خوب رونا دھونا ہوا ہے، پس ایک حدیث پر عمل ہوا اور دوسری حدیث کے خلاف ہوگیا۔

ہفتم: امر منکر پر نکیر ضروری ہے، دار العلوم میں انقلاب سے پہلے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کی سرکردگی میں یہ پروگرام بنا تھا کہ مسجد چھتہ میں پندرہ محرم الحرام کو آغاز دار العلوم کا جشن منایا جائے، سب اکابر اس پر متفق ہوگئے تھے، اگر یہ سلسلہ شروع ہوتا تو آج کیا نوبت آتی، اس کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں، اس وقت میں چھوٹا مدرس تھا، پھر بھی میں حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سلسلہ میں طویل گفتگو کرکے یہ سلسلہ رکوایا اور حضرت نے بنا بنایا پروگرام ملتوی کردیا۔ یہ حضرت کی وسعت ظرفی تھی کہ مجھ ناچیز کی بات آپ نے قبول فرمالی اور آئندہ کا خطرہ ٹل گیا۔

اسی طرح الہ آباد کے ایک بزرگ روپے کے پانچ سکے لے کر آئے اور حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کو دیئے اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بیداری میں آئے اور یہ روپے دیئے اور فرمایا: ایک اجلاس صد سالہ میں دینا، ایک حضرت حکیم الاسلام کو دینا الخ۔ اُسی شام کو دار الحدیث تحتانی میں جلسہ منعقد ہوا اور حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہٗ نے تقریر فرمائی اور خوب چندہ ہوا، دوسرے

دن صبح میں کتابیں لے کر حضرت حکیم الاسلام کے پاس گیا اور التعلیق الصبیح میں بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے جو شرائط تھیں وہ دکھائیں اور میں نے عرض کیا کہ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسری دنیا میں ہیں اور دوسری دنیا کی چیز اس دنیا میں آسکتی ہے، حجر اسود کے بارے میں روایت ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے، مگر انڈیا کی ٹکسال میں ڈھلا ہوا سکہ، جن پر تین شیروں کا فوٹو بھی ہے، اور سن بھی چھپا ہوا ہے، یہ سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں کیسے پہنچے؟ اور آپ نے ان بزرگ صاحب کو کیسے عنایت فرمائے، ضرور ان کو دھوکہ لگا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ نے میری یہ بات بھی قبول فرمالی اور دوسرے دن مغرب کے بعد دار الحدیث فوقانی میں جلسہ ہوا اور حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہٗ نے تقریر کی، اس میں صاف فرمایا کہ کل کی بات ہم نے غلبۂ محبت میں مان لی تھی، اس کو آگے نہ بڑھایا جائے۔

اور حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی زید مجدہم نے مجھے جو جواب دیا ہے اور آپ کے پاس بھی اس کی نقل بھیجی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اکابر کی سیرت محفوظ کرنی چاہئے تاکہ اس کی پیروی کی جائے، سمینار منعقد کرنے کا یہی مقصد ہے اور انھوں نے ساتھ میں ایک فہرست بھیجی ہے جن عنوانات پر مقالات لکھوائے گئے ہیں۔

اس استدلال کا جواب میں اپنے خط میں لکھ چکا ہوں کہ ہمارے پاس مجلات ہیں، ان میں مقالات شائع کئے جائیں اور اکابر کی سوانح لکھی جائے، سوانح لکھنا تعامل امت سے ثابت ہے، پس اس ذریعہ سے بھی اکابر کے حالات محفوظ کئے جاسکتے ہیں۔

اور درازنفسی کا مقصد یہ ہے کہ مجھے شرح صدر نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے نوحہ کی ممانعت کی تین وجوہ لکھی ہیں، پہلی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس سے بھولا بسرا غم تازہ ہوتا ہے، پسماندگان بمنزلۂ مریض ہیں، ان کے غم کو بھڑکانا کسی طرح مناسب نہیں،

تعزیتی جلسوں میں بھی علاوہ دیگر مفاسد کے یہ مفسدہ بھی پایا جاتا ہے، اس لئے اب بھی مسئلہ میں میری وہی رائے ہے، اس لئے جناب عالی نے جو رجوع کا مشورہ دیا ہے اس حکم کی تعمیل ذرا مشکل ہے، اور جناب عالی نے جو رجوع فرمایا ہے وہ جلدی میں لیا ہوا فیصلہ ہے، جب یہ نئی صورت سامنے آئی تھی تو آپ اکابر اساتذہ اور مفتیانِ کرام کو جمع فرما کر کوئی متفقہ موقف طے فرماتے، پس لوگ چاہیں تو اس کو میری ذاتی رائے کہہ سکتے ہیں، مگر ان شاء اللہ ساتھی مل جائیں گے اور قافلہ بنتا جائے گا، اور دیر سویر مسئلہ منقح ہو جائے گا، اکابر ملت اس مسئلہ کو مثبت یا منفی پہلوؤں سے مدلل کریں، اور دار العلوم کے پرانے اختلاف سے اس کو جوڑنا کسی طرح مناسب نہیں، میں نے اپنے خط میں صاف لکھا ہے کہ یہ مسلک کی بات ہے جس کی حفاظت دونوں دار العلوموں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

والسلام مع الاحترام

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

۲۷/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۰/اگست ۲۰۱۸ء

تعزیت اور جلسہ تعزیت کا حکم

[گذشتہ تحریر میں: میں نے مسئلہ سے بحث نہیں کی تھی، اس لئے میں نے درج ذیل تحریر لکھی اور دارالعلوم دیوبند کے بڑے مفتی صاحب سے اور مدرسہ مظاہر علوم (دار جدید) کے بڑے مفتی صاحب سے تصدیق کرائی، تاکہ لوگوں کے لئے مسئلہ منقح ہو]

تعزیت کے معنی ہیں: تسلی دینا، دلاسا دینا۔ عزّاہ: تسلی دینا، ڈھارس بندھانا، صبر دلانا۔

تعزیت مستحب ہے، حدیث شریف میں ہے: من عَزَّى مُصَابًا فَلَه مثلُ أجره: جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اس کے لئے اس مصیبت زدہ کے ثواب کے مانند ہے، یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے اور کچھ زیادہ قوی نہیں پھر حدیث فضیلت کی ہے، اس لئے تعزیت واجب نہیں، مستحب ہے۔

اور تعزیت: مرد عورت کی اور عورت مرد کی کر سکتی ہے، عورت اجنبی ہو تو پردے کے ساتھ کرے، شرح مُنیہ میں ہے: وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لايفتن لقوله عليه الصلاة والسلام: من عزى أخاه بمصيبة كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة، رواه ابن ماجة. وقوله عليه الصلاة والسلام: من عزى مصابا فله مثل أجره رواه الترمذى وابن ماجه (شامی ۱:۶۶۳) وروى الترمذى: من عزى ثكلى كُسى بردا فى الجنة:

اور مصیبت عام ہے، خواہ کسی کے مرنے کی مصیبت ہو، یا مال سامان پر کوئی آفت آئی ہو یا کسی کا کوئی بڑا نقصان ہو گیا ہو تو اس کو تسلی دینا بھی حدیث کا مصداق ہے، اسی طرح تسلی دینا بھی عام ہے، خواہ مصیبت زدہ کے پاس جا کر تسلی دے یا خط وغیرہ کے ذریعہ تسلی دے، اور فقہاء کرام نے اگر کوئی عذر نہ ہو تو تعزیت کے لئے تین دن کی مدت مقرر کی ہے، اس کے بعد غم بھولنا چاہئے، اب تسلی دینے سے صدمہ تازہ

ہوگا، اس لئے تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے۔ اور مدت کی یہ تعیین غالبًا اس حدیث سے لی گئی ہے کہ کسی بھی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے: جائز نہیں کہ شوہر کے علاوہ پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، تین دن کے بعد غم بھولنا چاہئے، اب سوگ سے صدمہ تازہ ہوگا۔

پھر ایک وقت گذرنے کے بعد جلسہ تعزیت کرنا اور اس کو سمینار وغیرہ کا نام دینا یا خراجِ عقیدت پیش کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں، اور جو حضرات اس کے جواز کو اذکروا محاسن موتاکم سے ثابت کرتے ہیں وہ ایک دوسری حدیث کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے: نَهَى عن المَرَاثي: یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے (نمبر ۱۵۹۲) اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم ہجری ہے، یہ راوی بہت کمزور ہے اور پہلی حدیث ترمذی شریف میں ہے اس کی سند میں عمران بن انس مکی ہے وہ بھی بہت کمزور ہے۔

اور پہلی حدیث کا مطلب درمختار میں ـــــ جو اپنے حواشی کے ساتھ مفتی بہ کتاب ہے ـــــ یہ لکھا ہے: يُندَب...... سَتْرُ موضِع غَسلِه فلا يَراه إلا غاسِلُه ومَن يُعينُه وإن رأى به ما يكره لم يَجُزْ ذكرُه لحديث اذكروا محاسنَ موتاكم وكفّوا عن مساويهم: یعنی میت کو نہلانے والوں کے سامنے کوئی خوبی آئے جیسے جسم سے خوشبو آئے یا چہرہ روشن ہوجائے تو ان خوبیوں کا تذکرہ کرنا چاہئے تاکہ لوگوں میں نیک بننے کا جذبہ پیدا ہو اور اگر میت کے جسم سے بدبو آئے، چہرہ کالا پڑ جائے، چہرہ قبلہ سے پھر جائے یا کوئی اور عیب سامنے آئے تو خاموش رہنا چاہئے، اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ گندگی میں ڈھیلا پھینکنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

اور رَثَى الميتَ مَرْثية کے معنی ہیں: مردے کے محاسن بیان کرنا۔ مرثیہ: وہ اشعار یا کلمات ہیں جن کے ذریعہ مردہ پر اظہار غم کیا جاتا ہے، اس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ جو حضرات پہلی حدیث کو عام کرتے ہیں کہ جس کا بھی انتقال ہوجائے

اس کی صرف خوبیاں بیان کی جائیں، اس کی برائیاں بیان نہ کی جائیں، اور وقت کی کوئی قید نہیں، اس میں علامہ شامیؒ نے قید بڑھائی ہے: مالم یکُن المیتُ صاحب بدعۃ: یعنی گمراہوں کی غلطیوں کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ لوگ ان کی گمراہی میں نہ پھنسیں۔ اب حدیث عام ہوگئی، مگر اس کا تعزیت اور جلسۂ تعزیت سے کچھ تعلق نہیں، پس ایک وقت گذرنے کے بعد جلسۂ تعزیت کرنا اگرچہ نام بدل کر کیا جائے، حدیث نھی عن المراثی کا مصداق ہے، اس لئے ممنوع ہے۔ نیز تعزیت ایک ہی مرتبہ مشروع ہے دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے (درمختار) اور سمینار کی یہ تاویل کہ اس سے مقصود سیرت محفوظ کرنا ہے، یہ تاویل باطل ہے، اس کے لئے مجلات میں مضامین لکھے جائیں اور سوانح لکھی جائیں، غیر مشروع طریقہ کیوں اختیار کیا جائے؟

بدعت اور رسم شروع میں اچھی نظر آتی ہیں، جیسے پہلے سادگی کے ساتھ میلا د ہوتا تھا، پھر جب اس میں خرافات شامل ہوگئیں تو اکابر دیوبند نے اس کو بدعت کہا، جلسۂ تعزیت کا بھی اب یہی حال ہوگیا ہے، اس میں نہ صرف فوٹو گرافی ہوتی ہے، بلکہ ہاتھ کے ہاتھ اس کو نشر بھی کیا جاتا ہے، گمراہ فرقوں کو بھی دعوت دی جاتی ہے جس سے مسلک مشتبہ ہوتا ہے، اور متوفی کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے جیسے اس سے بڑا دنیا میں کوئی ہوا ہی نہیں، ایسی مدح سرائی بھی ممنوع ہے، اور اکابر کا وہی عمل حجت ہے جو قرآن وسنت اور قرونِ ثلاثہ سے مؤید ہو، براہین قاطعہ میں یہ بات بار بار بیان کی گئی ہے، اور مسلکی مزاج ص ۲۳ میں بھی ہے۔ اور بڑے حضرت رائپوری قدس سرہٗ کے جلسۂ تعزیت میں جو اکابر نے دفع دخل مقدر کیا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اذکروا محاسنَ موتاکم پر عمل ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس جلسہ میں اس کو منکر سمجھنے والے بھی تھے، ورنہ دفع دخل مقدر کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اس جلسہ میں مرثیے پڑھے گئے تھے، پس غور کیا جائے وہ کس حدیث کے مصداق تھے؟ اس لئے اب جو جلسۂ تعزیت مختلف ناموں سے منعقد کئے جاتے ہیں وہ رسم ہیں، لوگوں کو یہ بات

سمجھ لینی چاہئے۔ اور اس قسم کے سیمناروں سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح کسی بڑے کی وفات پر مدارس میں چھٹی کرنا بھی غیروں کا طریقہ ہے، اس کا بھی کچھ ثبوت نہیں! لوگوں کو اسلامی طریقہ پر مضبوط رہنا چاہئے، واللہ الموافق

حررہ
سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دارالعلوم دیوبند
۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

المصدق
حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۹/ ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، مذکورہ تحریر میں حضرت مدظلہ نے جلسۂ تعزیت کا جو حکم بیان فرمایا وہ صحیح اور درست ہے، اِس نوع کے جلسے شریعت کے مزاج سے میل نہیں کھاتے، اِن میں روافض کی مجالس عزا، اور اہل بدعت کے عرس کی صورۃً مشابہت ہے، فتاوی خلیلیہ ۱: ۲۸۷ میں حضرت سہارن پوریؒ کا ایک مفصل فتوی ہے کہ خطبہ وغیرہ میں حضرات حسنینؓ کا تذکرہ خلفاء راشدین کے بغیر نہ ہو، اس پر حضرت اقدس تھانویؒ نے تائیدی دستخط فرماتے ہوئے یہ عبارت لکھی ہے: "اس کے ساتھ ایک مشورہ بھی احقر عرض کرتا ہے کہ مناسب ہے کہ کوئی مجلس خاص اِس ذکر کے لئے منعقد نہ کی جائے، ورنہ خدشہ ہے کہ چندروز میں اِس مجلس کا حال محفلِ مولود کا سا نہ ہوجائے، اور مواعظ کے ساتھ یہ ذکر بھی ہوجایا کرے، والسلام علی من اتبع الھدی اھ

تعزیتی جلسوں میں منکرات شامل ہوتے ہیں، اِس کی مشروط اجازت بھی دی جائے تو امت میں اس کا رواج پڑ جائے گا اور اس کا اہتمام ہونے لگے گا، پھر اس پر قابو پانا انتہائی مشکل ہوجائے گا۔

العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ
مفتی مظاہر علوم سہارن پور
۱۴۲۹/۱۲/۲۱ھ

حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مدظلہ نے گذشتہ تصدیق سے رجوع فرمایا اور رجوع نامہ مجھے بھیجنے کے بجائے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کو بھیجا

مخدوم ومکرم عالی مرتبت حضرت مہتمم صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نے موجودہ تعزیتی جلسہ کے عدم جواز پر جو پمفلٹ شائع کیا ہے، اس پر دستخط کروانے کے لئے میرے پاس ایک آدمی کو گھر پر بھیجا، میں نے پڑھنے کے بعد کہا، یہ کوئی فتوی نہیں ہے، یہ حضرت مفتی صاحب کی ذاتی تحقیق ہے، اس پر میرے دستخط کی ضرورت نہیں، لیکن لانے والے نے مفتی صاحب کی طرف سے زیادہ اصرار کیا تو میں نے اس پر المصدق کر کے دستخط کردیا۔

پھر ایک روز کے بعد مجھے خیال آیا کہ ابھی چند ماہ پہلے تعزیتی جلسہ کے جواز کا فتوی لکھ چکا ہوں، اب یہ عدم جواز کے پمفلٹ پر بھی تائیدی دستخط ہوگیا، یہ بہت برا ہوا۔ پھر میں نے مفتی صاحب کا پمفلٹ غور سے اور بار بار پڑھا تو مجھے شبہ پیدا ہوا اور میں نے ''نھی عن الموتی'' کی شرح میں علامہ خطابی کی غریب الحدیث اور شروح ابن ماجہ کا مطالعہ کیا تو علامہ خطابی، علامہ سندھی، علامہ سیوطی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مرثیہ سے وہ مرثیہ مراد ہے جو جاہلیت کے طریقہ پر کیا جائے وہ ممنوع ہے اور جو مرثیہ جاہلیت کے طریقہ پر نہ ہو اور دیگر منکرات سے خالی ہو وہ بلاشبہ جائز ہے، علامہ نووی نے شرح المہذب میں اور ابن قدامہ نے المغنی میں بھی یہی لکھا ہے، اس لئے میں اب اپنے اس تائیدی دستخط سے رجوع کرتا ہوں۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸/ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ

تصدیق سے رجوع کی حقیقت

گذشتہ تحریر لکھ کر میں نے حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیر آبادی مدظلہ کی خدمت میں تصدیق کے لئے بھیجی، مفتی صاحب نے پڑھ کر مجھے فون کیا کہ اس تحریر میں جو تین دن کے اندر اجتماعی تعزیت کے جواز کی بات ہے، اس سے مجھے اتفاق نہیں، میں نے حضرت مفتی صاحب سے عرض کیا کہ جس جزء سے آپ کو اتفاق نہ ہو اسے قلم زد کردیں، میں اس کو نکال دوں گا، چنانچہ انھوں نے درج ذیل عبارت کو قلم زد کیا:

''پھر غم دو طرح کا ہے، خاص اور عام؛ کسی خاص شخص کو کوئی صدمہ پہنچے، یا خاص فیملی کو صدمہ پہنچے تو تعزیت اسی کی کی جائے اور جم غفیر بنا کر مصیبت زدہ کو تسلی دینے کے لئے نہ جائیں، دوسرا صدمہ عام ہے، جیسے اکابر کی وفات کے صدمے ایک دنیا اُس سے متاثر ہوتی ہے، ایسے حادثات میں تین دن کے اندر اجتماعی تعزیت کرنا بھی جائز ہے، اسی طرح اس مدت میں ایصالِ ثواب کے لئے اکٹھا ہونا اور اس مجلس میں تعزیت کرنا بھی درست ہے''

یہ ساری عبارت حضرت مفتی صاحب نے قلم زد کردی؛ چنانچہ میں نے اُسے تحریر میں سے نکال دیا، میرے پاس حضرت مفتی صاحب کی قلم زد کردہ تحریر موجود ہے، پھر جب دوبارہ تحریر بھیجی تو حضرت نے شرح صدر کے ساتھ دستخط کئے اور تحریر کو وائرل کرنے کی بھی اجازت دی۔

پھر مسئلہ سیاست کا شکار ہوگیا، اور حضرت نے کسی مصلحت سے اپنے دستخط سے

رجوع کرلیا؛ مگر رجوع نامہ میرے پاس نہیں بھیجا؛ بلکہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کو بھیجا، جب کہ مہتمم صاحب کا اس تحریر سے کوئی تعلق نہیں تھا، چند دن کے بعد حضرت مفتی صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے، میں نے شکوہ کیا کہ آپ نے رجوع نامہ مجھے کیوں نہیں بھیجا، مفتی صاحب نے فرمایا آپ ممبئی گئے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا حضرت مہتمم صاحب بھی موجود نہیں تھے۔ دوسرا شکوہ میں نے یہ کیا کہ آپ نے رجوع نامے میں تحریر فرمایا ہے کہ "میں نے شدید اصرار پر دستخط کئے ہیں" اس وقت جو صاحب تحریر لے کر گئے تھے وہ بھی موجود تھے، انھوں نے کہا کہ حضرت! میں نے تو کوئی اصرار نہیں کیا، تب مفتی صاحب نے اشارۃً فرمایا کہ یہ بات اور دستخط سے رجوع مصلحت کے پیش نظر تھا، اس لئے میں نے حضرت کے دستخط حذف نہیں کئے باقی رکھے ہیں۔

فتاوی حبیبیہ (جلد پنجم ص:۳۷۴) میں مفتی صاحب خیرآبادی مدظلہ کا مطبوعہ فتوی

تعزیتی جلسہ کرنا

سوال: (۳۱۹۴) کسی کی موت پر تعزیتی جلسہ منانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور شہداء کربلا کے لئے تعزیتی جلسہ منانے کی حیثیت کیا ہے؟ علماء اپنے کسی خاص متعلق پر تعزیتی اجلاس جو مناتے ہیں اس کی کیا حیثیت ہے؟ (عبداللہ)

الجواب: وباللہ التوفیق: کسی کی وفات پر تعزیتی جلسہ کرنا یہ اغیار کا طریقہ ہے، اسلامی طریقہ نہیں ہے، اسلامی طریقہ یہ ہے کہ میت کے پسماندگان کے پاس جاکر چند کلمات تعزیتی و تسلی کے کہہ دے (۱) فقط واللہ اعلم

کتبہ: حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفا اللہ عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۴۱۶/۲/۶ھ

(۱) نوٹ: رجسٹر نقولِ فتاوی میں اس فتوی پر مفتی طاہر صاحب (جواب مظاہر علوم میں ہیں) اور مفتی محمود صاحب (بلند شہری) اور مفتی کفیل الرحمان نشاط صاحب رحمہ اللہ کی تصحیح ہے۔

کسی صاحب کی حضرت مفتی صاحب کے رجوع پر تنقید

محترم المقام حضرت اقدس مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی! زید فضلکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آں محترم نے تعزیتی جلسوں سے متعلق اپنے رجوع نامہ میں لکھا ہے:

میں نے نهی عن المراثی کی شرح میں علامہ خطابی کی غریب الحدیث اور شروح ابن ماجہ کا مطالعہ کیا تو علامہ خطابی، علامہ سندھی اور علامہ سیوطی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مرثیہ سے وہ مرثیہ مراد ہے جو جاہلیت کے طریقہ پر کیا جائے، وہ ممنوع ہے الخ۔

حضرت والا! میت کے نام پر اجتماع، یہ خود اہل جاہلیت کا طریقہ ہے؛ کیوں کہ دور جاہلیت میں متعلقین اہل میت کے یہاں جمع ہوتے تھے اور وہ میت کے محاسن ومناقب بیان کرتے تھے؛ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت کے واسطے اہل میت کے اجتماع کو نوحہ کے قبیل کا گناہ سمجھتے تھے۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوریؒ نے رقم فرمایا:

اور (تیجہ وغیرہ میں) اجتماع برادری کا میت کے واسطے اہل میت کے پاس ہوتا ہے؛ لہٰذا حدیث جریر بن عبداللہ: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة اس پر برابر صادق ہے؛ کیوں کہ حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے، کوئی قید نہیں کہ کس واسطے جمع ہونا (نیاحت میں شمار ہوتا) تھا، خواہ محض تعزیت مکررہ کے واسطے خواہ قرآن پڑھنے کو (البراہین ص:۲۳۱)

معلوم ہوا کہ میت کے واسطے یا میت کے نام پر اجتماع حضرات صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے یہاں نوحہ میں شمار ہوتا تھا؛ اسی وجہ سے حضرت مولانا گنگوہیؒ نے لکھا ہے:

مجتمع ہونا عزیز واقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے، یا کلمہ طیبہ کے جمع ہوکر روز وفات میت کے یا دوسرے روز یا تیسرے روز بدعت ومکروہ ہے، شرع شریف میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے الخ (فتاوی رشیدیہ ص:۱۵۵)

اسی طرح اہل جاہلیت، اہل میت کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی جمع ہوکر اپنے آباء واجداد کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے محفلیں منعقد کیا کرتے تھے، کبھی منیٰ میں، کبھی مزدلفہ میں، کبھی خانہ کعبہ کے پاس اور کبھی سوق عطاظ میں، چند حوالے پیش خدمت ہیں:

(۱) عن ابن عباس رضی الله عنهما: کان أهل الجاهلية يجلسون بعد الحج فيذكرون أيام آبائهم۔

(۲)کان القوم فی جاهليتهم بعد فراغهم من حجهم ومناسکم يجتمعون فيتفاخرون بمآثر آبائهم (تفسیر کی مختلف کتابیں)

(۳) عکاظ هو سوق للعرب کانوا يجتمعون فيه فيتناشدون ويتفاخرون بمآثر آبائهم (مختصر المعانی)

معلوم وثابت ہوگیا کہ مآثر ومفاخر یا بالفاظ دیگر فضائل ومناقب کے بیان کے لئے اجتماع کا اہتمام کرنا اہل جاہلیت کی رسم ہے اور صحاح ستہ کی روایت کے مطابق خطبہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کی رسموں کو اپنے مبارک قدموں سے روند دینے کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: الا کل شیئ من أمر الجاهلية تحت قدمی موضوع: معلوم ہوا کہ مرثیہ اور ذکر محاسن کی اگرچہ اجازت ہے؛ لیکن اس کے لئے مجمع اکٹھا کرنا رسم جاہلیت ہونے کی وجہ سے محظور وممنوع ہے؛ اسی وجہ سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین وغیرہم میں

سے کسی سے مرثیہ اور ذکر محاسن ومناقب کے لئے اجتماع کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ بلکہ علامہ قسطلانیؒ (ارشاد الساری ۲:۶ ۴۰ و ۴۰۷) علامہ عبد المجید شروانی (حاشیہ تحفۃ المحتاج ۳:۱۸۰) اور شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ (الغرر البہیہ ۳:۳۲۶) وغیرہ اکابر علماء نے صراحت کے ساتھ ذکر مرثیہ اور ذکر محاسن ومناقب کے لئے مجمع اکٹھا کرنے کو حدیث نہی عن المراثی کا مصداق قرار دے کر ممنوع وناجائز قرار دیا ہے۔ صرف علامہ قسطلانی کی عبارت پیش خدمت ہے

والأوجه حمل النهى على ما فيه تهييج الحزن كما مر أو على ما يظهر فيه تبرم أو على فعله مع الاجتماع له أو على الاكثار منه دون ما عدا ذلک إلخ.

امید ہے کہ حضرت والا اپنے رجوع پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ والسلام

محمد قاسم قاسمی گجراتی

جلسۂ تعزیت اور سیمینار کا شرعی حکم

بندہ محمد امین پالن پوری (خادم حدیث وفقہ، ومرتب
فتاوی دارالعلوم دیوبند ومحاضر برموضوع: رضا خانیت)

[یہ مضمون مولانا اعظمی زید مجدہ کے گذشتہ رسالہ پر نقد ہے، مولانا اعظمی کے رسالہ کا موضوع تھا ''میت پر اظہار غم کے احکام ومسائل'' جبکہ موضوع تھا ''جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم''، پس گذشتہ مضمون کہیں کا اینٹ کہیں کا روڑا تھا، مفتی محمد امین صاحب پالن پوری نے اس پر تنقید کی ہے]

عرض گزار ہے کہ دیوبندیت اتباعِ شریعت اور پیروی سنت سے الگ کوئی چیز نہیں، اس مضمون کو مدلل کرنا دو وجہ سے میری ذمہ داری ہے:

۱- اس وجہ سے کہ میں دارالعلوم دیوبند میں رضا خانیت کے موضوع پر محاضرات دیتا ہوں؛ اس لئے سنت وبدعت کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنا میری ذمہ داری ہے۔

۲- حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری زید مجدہ (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے نام جو پانچ صفحات پر مشتمل تحریر بھیجی ہے، اس کے اخیر میں لکھا ہے کہ ''ابنائے دارالعلوم آگے آئیں اور مسئلہ کو مثبت یا منفی پہلو سے واضح کریں'' میں بھی دارالعلوم کا ایک فرزند ہوں اس لئے میری ذمہ داری ہے کہ میں مسئلہ پر گفتگو کروں۔

دیوبندیت اتباعِ شریعت اور پیروی سنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے

۱- حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی زید مجدہ کے نام اپنے ''رجوع نامہ'' میں تحریر فرمایا ہے

کہ "دیوبندیت: اتباع شریعت اور پیروی سنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے"

۲-باقیات فتاوی رشیدیہ اور براہین قاطعہ وغیرہ میں جگہ جگہ یہ صراحت ہے کہ حجت شریعت میں قرآن وسنت اور فقہ ہے اور بس (باقیات فتاوی رشیدیہ ص:۱۸) اور براہین قاطعہ میں ایک جگہ ہے: ہم کو بعد دلائل اربعہ کے کیا حاجت مردم شماری کی؟ (براہین قاطعہ ص:۵۳۱) اور ایک جگہ فرمایا: اے مسلمانو! اعتبار قرآن وحدیث وفقہ کا ہے نہ کہ مکہ کے باشندوں کے قول وفعل کا (براہین قاطعہ ص:۴۸)

۳-اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کفایت المفتی میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح حدیث: اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم (رواہ الترمذی) میں یہ مقصود نہیں ہے کہ میت کے محاسن بیان کرنے کے لئے اجتماع کرو اور سب مل کر اس کے فضائل بیان کرو باوجودیکہ ان سب احادیث میں جمع کے صیغے ہیں؛ مگر چونکہ مخاطب عام مؤمنین ہیں؛ اس لئے ہر واحد بجائے خود مامور ہے (کفایت المفتی جدید ۴:۷۰، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

۴-اور براہین قاطعہ میں ہے:

شارع نے جس کا اہتمام وتداعی کے ساتھ حکم فرمادیا، وہ تو اس طرح ہووے۔ اور جس کو مطلق فرمادیا، اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہئے؛ ورنہ تبدیل حکم شرعی وبدعت ہوجاوے گا (براہین قاطعہ ص:۲۵۷، ۲۵۸)

شریعت میں بعض افعال کو بھی نوحہ کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں سند صحیح سے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: آپؓ فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ) اہل میت کے پاس اکٹھا ہونے اور اہل میت کے کھانا بنانے کو نوحہ سے شمار کرتے تھے (شامی ۳:۱۴۸، مطبوعہ: زکریا دیوبند، بہ حوالہ

فتح القدیر) اور علامہ سندیؒ نے شرح ابن ماجہ میں فرمایا: کنا نعدیا کنا نری کا مطلب: اجماع صحابہؓ یا آپ ﷺ کی تقریر کی روایت وحکایت ہے اور دوسری صورت میں یہ بہ حکم مرفوع ہے اور حجت دونوں صورتوں میں ہے (شرح ابن ماجہ ۲:۲۷۶، إعلاء السنن ۸:۳۳۰) اور براہین قاطعہ میں ہے: اس حدیث کو تمام فقہاء نے قبول فرمایا ہے (براہین قاطعہ ص:۲۳۴)

اور حدیث کی تشریح میں براہین قاطعہ سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

الف: اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے، کوئی قید نہیں کہ کس واسطے جمع ہونا تھا، خواہ محض تعزیت مکررہ کے واسطے، خواہ قرآن پڑھنے کو اور مطلق کو مقید کرنا بالرائے حرام ہے (براہین قاطعہ ص:۲۳۱) یعنی: اہل میت کے پاس کسی بھی مقصد سے جمع ہونا نوحہ کا حصہ ہے۔

ب: دیکھو حدیث جریر میں دو امر کا ذکر ہے: اجتماع الی اہل میت اور صنعۃ الطعام، جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہ شنیع جانتے تھے اور ہر ہر امر کو بدعت ومعصیت فرماتے تھے نہ کہ مجموع من حیث المجموع کو؛ مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ شرح منیہ اور فتح القدیر میں اتخاذ ضیافت کو اس حدیث سے قبیح لکھا ہے، پس ضیافت کے واسطے حاضر ہونا اجتماع للضیافۃ ہے نہ کہ اجتماع للمیت اور اجتماع الی اہل المیت خود تعزیت باجتماع قوم ہوتا ہے جیسا کہ وقت موت اور دفن کے ہوتا ہے، پس اس روایت فتح سے کہ کہتا ہے: ویکرہ اتخاذ الضیافۃ وھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی الامام احمد وابن ماجہ باسناد صحیح إلخ: صاف ظاہر ہے کہ مجموعہ مراد نہیں؛ بلکہ ہر ہر واحد مکروہ ہے۔ اور تکرار تعزیت باجتماع یا انفراد بھی بدعت ہے؛ چنانچہ درمختار وغیرہ میں مصرح ہے، پس اس کو ہی سفر السعادۃ کہتا ہے کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہ تھی تو مؤلف (صاحب انوار ساطعہ) کا اس کو رد کرنا حدیث کا رد کرنا ہے اور افعالِ صحابہ پر طعن کرنا

ہے۔ نعوذ باللہ (البراہین القاطعہ ص:۲۳۴)

ج: اصل یہ ہے کہ حدیث جریر میں اجتماع الی اہل المیت کو منع فرمایا ہے اور اس میں کوئی تعیین یوم کی نہیں اور نہ تعیین قبر کی، پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے (البراہین القاطعہ ص:۲۷۶)

د: ہرگاہ حدیث جریر نے مطلقا سب کو منع کر دیا تو مطلق منع ہو گیا (البراہین القاطعہ ص:۲۷۸)

ھ: خود اجتماع تو نیاحت ہی ہے (البراہین القاطعہ ص:۲۳۲)

و: میت کے واسطے الی اہل میت جمع ہونا نہ جب تھا نہ اب ہونا چاہئے اور اس امر کو سفر السعادۃ بدعت کہتا ہے اور اس کو حضرت جریر نے نیاحت میں شمار فرمایا (البراہین القاطعہ ص:۲۳۵)

ز: سفر السعادۃ اس اجتماع کو بدعت کہتا ہے کہ بعد دفن میت کے دوبارہ ختم قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہل میت کے پاس جمع ہوں، کہیں ہوں گور پر یا غیر گور پر اور اس کو ہی حدیث جریر میں نیاحت میں داخل کیا گیا ہے (البراہین القاطعہ ص:۲۳۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت کی اصطلاح میں نوحہ کے لئے رونا دھونا لازم نہیں ہے؛ بلکہ میت کی وفات پر انجام دیے جانے والے بعض ایسے افعال بھی نوحہ شمار ہوتے ہیں، جن میں رونا دھونا نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے شیخ تقی الدین نے حنابلہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ جو وعظ (تقریر) اور قصیدہ خوانی مصیبت بھڑکائے، وہ بھی نوحہ ہے۔

وذكر الحنابلة أن ماهيج المصيبة من وعظ أو إنشاد شعر فمن النياحة أى المنهى عنها، قاله الشيخ تقى الدين (الموسوعة الفقهية ۲۲:۹۸)

تحفۃ المحتاج (۳:۱۸۰، مطبوعہ: مصر) نہایۃ المحتاج (۳:۱۶) اور المجموع شرح المہذب میں صراحت ہے کہ نوحہ میں رونا شرط نہیں ہے۔

اور ابن قدامہ نے مغنی میں فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل میت کی طرف سے لوگوں کی دعوت پر نوحہ کا اطلاق فرمایا ہے (المغنی لابن قدامہ ۳: ۴۹۷، مطبوعہ: مصر ۳: ۴۵ قدیم نسخہ)

پس اب غور کیا جائے کہ میت کے محاسن ومناقب بیان کرنے کے لئے جو سیمینار منعقد کیا جائے اور اس میں مختلف دور دراز علاقوں سے لوگ آ کر اہل میت کے پاس جمع ہوں تو کیا وہ اجتماع وسیمینار حدیث جریرؓ اور اس کی تشریح کی روشنی میں شرعاً نوحہ کی شکل یا نوحہ کے ساتھ ملحق نہ ہوگا؟

اور جب حضرات صحابہؓ یا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس طرح کے اجتماع پر نکیر ہوگئی تو اب بعد کے ادوار میں اگر کوئی عالم یا کوئی جماعت اس کو انجام دیتی ہے تو یہ حجت نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ خیر القرون میں کسی چیز پر یا اس کی جنس پر نکیر ہونا عدم جواز کی دلیل ہوتا ہے (براہین قاطعہ ص: ۶۷)

نص کے مقابلہ میں کسی عالم یا جماعت کا قول یا فعل حجت نہیں ہوتا

باقیات فتاوی رشیدیہ اور براہین قاطعہ وغیرہ میں جابجا صراحت کی گئی ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

الف: قول وفعل ملا علی قاری کا خلاف قواعد مسلمہ شرع کے قابل تاویل نہیں۔

(البراہین القاطعہ ص: ۱۴۳)

ب: ہر امر عبادت میں واجب ہے کہ طریقہ وسنت صحابہ کو ہر مسلم عاقل اپنا امام بناوے اور اس کے موافق عمل کرے اور خلاف قول وفعل ان کے، قول کسی عالم کا اور توارث واستحسان کسی کا ہرگز قابل التفات واعتبار فی الدین کے نہیں (البراہین القاطعہ ص: ۵۳۴ و ۵۳۵)

ج: اگر کسی امر کا نصوص کی کلیات سے ممنوع ہونا ثابت ہوگیا تو اگر مولوی عبداللہ

گجراتی اور جامع الاوراد اس کو جائز لکھیں ہرگز قابل اعتبار نہیں، اور ہم کو ان کے قول کی تصدیق کی حاجت نہیں (البراہین القاطعہ ص:۱۹۰)

د: فاتحہ اور میلاد کے جواز کی روایاتِ اکابر، دوسرے نصوص کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں (البراہین القاطعہ ص:۱۹۰)

ھ: نصوص کے مقابلہ میں کسی کا قول اعتبار والتفات کے قابل نہیں ہوتا، پس شمار اسماء علماء کا کرنا محض لاحاصل ہے (البراہین القاطعہ ص:۱۳۹)

و: ان کا (عربوں کا) قول وفعل حجت نہیں، حجت دین میں قرآن وحدیث وفقہ کی ہے اور بس۔ الحاصل یہ جو لکھا گیا، عقیدہ اہل سنت کا ہے، اس کے موافق جو کہے وہ متبع سنت ہے۔ اس سے ملنا اور اس کا وعظ سننا لازم ہے، اور جو خلاف اس کے کہے، وہ قابل التفات نہیں (باقیات فتاوی رشیدیہ ص:۱۸، فتوی چندیانوی)

ز: ایک شیخ عبد الحق کا قول خلاف حدیث وقول فقہاء کے، اس بارے میں معتبر نہیں ہوسکتا، شیخ کیا؟ اگر سو عالم بھی خلاف نص صحیح کے کچھ بھی لکھیں، ہرگز معتبر نہ ہوگا۔

(باقیات فتاوی رشیدیہ ص:۱۱۱)

ح: ہاں اب جیسے علماء کا اجماع کہ اپنی رائے ناقص پر خلاف نص کے اور مخالف ائمہ ہدی کے، کچھ ٹھہرالیں، مردود ہے اور غیر معتبر (باقیات فتاوی رشیدیہ ص:۴۱۱)

ط: یہ (علماء کا قول) کوئی حجت فی الدین نہیں، خصوصاً ہرگاہ کہ یہ تعامل نص کے مخالف ہو اور رد وانکار اس پر کسی عالم سے ثابت ہو جاوے چہ جائیکہ صدہا (سال) سے مدلل رد ہو چکا (البراہین القاطعہ ص:۵۲۷)

براہین قاطعہ کا تعارف

سنت وبدعت میں امتیاز کرنے کے لئے اس کتاب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے،

یہ کتاب اگرچہ چھپی ہوئی ہے، حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری صاحب بذل المجہود) کے نام سے، مگر کہتے ہیں کہ یہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، کسی مصلحت سے حضرت کے مسترشد کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ رام پور کے عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ کے نام سے کتاب لکھی تھی جس میں میلادِ مروجہ اور فاتحہ مروجہ کو ثابت کیا تھا، حضرت نے اس کا رد لکھا ہے اور یہ اتنی اہم کتاب ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو اس کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے۔ تذکرۃ الرشید میں اور امداد الفتاوی میں میلاد مروجہ کے مسئلہ پر جو دونوں بزرگوں میں مکاتبت ہوئی ہے اس کے آخر میں یہ مشورہ ہے، اس سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

باقیات فتاوی رشیدیہ کا تعارف

فتاوی رشیدیہ متداول کتاب ہے، کچھ نئے فتاوی دریافت ہوئے تو مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی زید مجدہ نے اس کو مرتب کیا ہے، اور وہ مطبوعہ ہے، مفتیانِ کرام کو فتاوی رشیدیہ کے ساتھ ان باقیات کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔

محمد امین پالن پوری

خادم حدیث وفقہ ومرتب فتاوی دارالعلوم دیوبند

۳۰؍ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

تعزیتی اجلاس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وسنت خلفائے راشدین وصحابہ کے خلاف ہے

عن سعد بن سهل رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سيعزى الناس بعضهم بعضاً من بعدى التعزية، فكان الناس يقولون: ماهذا؟ فلما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم لقى الناس بعضهم بعضاً يعزى بعضهم بعضاً برسول الله صلى الله عليه وسلم (رواه ابوبكر بن ابى شيبة باسناد حسن، اتحاف الخيرة المهرة ۳:۲۸۸، رقم الحدیث:۲۷۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے الفاظ: سيعزى الناس بعضهم بعضاً سے اور آپ کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی تعزیت کے طریقہ کار کے بیان میں: لقى الناس بعضهم بعضا يعزى بعضهم بعضاً برسول الله صلى الله عليه وسلم سے بہت وضاحت کے ساتھ ظاہر ہورہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی تعزیت کی پیشین گوئی فرمائی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی انفرادی تعزیت پر اکتفا فرمایا تھا۔

لہٰذا مدرسہ شاہی والوں کا فتویٰ:

اگر میت اور میت کے پسماندگان سے تعلق رکھنے والے کثیر تعداد کے لوگ ہوں کہ سب لوگوں کا الگ الگ طریقہ پر تعزیت کرنا دشوار ہو تو سب لوگ ایک جگہ اکٹھا ہو کر تعزیتی اجلاس منعقد کریں اور سب کی طرف سے میت کے پسماندگان کو تسلی کی اطلاع کردیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کے بالکل خلاف ہے۔

اس حدیث پاک اور اسوہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے بالکل خلاف ہے۔ دوسرے لفظوں میں: خلاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور خلافِ سنت خلفائے راشدین وخلاف سنت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہے؛ لہٰذا اس کی کراہت طے ہوگئی۔

اور مدرسہ شاہی والوں کے فتوی سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی یہ بات کہ یہ تعزیتی جلسے محض نام کے تعزیتی ہوتے ہیں، سراپا باطل ورکیک ہے، جس کو خود ان کے ہم مشرب مفتیوں کی تحریریں علی الاعلان رد کررہی ہیں۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔

ہے کوئی اللہ کا نیک بندہ جو ہم لوگوں کی یہ تحریر مدرسہ شاہی مراد آباد، دارالعلوم دیوبند اور جامع مسجد امروہہ کے مفتی حضرات تک پہنچادے؟

اعضاء اللجنة الديوبندية و اعضاء جمعية فضلاء ديوبند

محفل تعزیت کے عشاق کی خدمت میں

[کسی فاضل کی واٹس ایپ پر شائع شدہ تحریر]

مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدرؒ نے اپنی کتاب (میں حنفی کیسے بنا؟) میں اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ لکھا ہے:

امام نسائی نے باقاعدہ باب باندھا ہے: باب تاويل قوله عزوجل: وإذا قرىء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون اور پھر حدیث لائے ہیں: إذا قرء فانصتوا گویا خدا اور رسول دونوں کا حکم ہے کہ امام جب قراءت کرے تو مقتدی خاموش رہیں۔ استاذ جی (جو غیر مقلد تھے) اس حدیث کو شہید کرنے پر تل گئے اور فرمایا:

"ابوخالد احمر متفرد ہے؛ لہٰذا حدیث جھوٹی ہے اور ابوخالد احمر کا کوئی متابع دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نہیں، میں نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے بات کی، وہ بھی کوئی متابع نہ دکھا سکے، میں نے آٹھ دس مناظرے بھی کئے ہیں، کوئی ماں کا لعل جواب نہیں دے سکا"

پھر استاذ جی کی نظر عنایت مجھ پر ہوئی، فرمایا:

"او حنفی! ابوخالد کا کوئی متابع ہے؟"

میں نے کہا:

"استاذ جی آپ اوپر کو منہ اٹھا کر بیٹھتے ہیں، اس طرح متابع کیسے نظر آئے گا؟ ذرا

آنکھیں کتاب پر لگائیں تو اسی کتاب میں اس کا متابع: محمد بن سعد انصاری موجود ہے، اور میں نے اٹھ کر اس پر انگلی رکھ دی الخ" (ص: ۱۷و۱۸)

حق پرستو! یہی حال تعزیت اور ذکر محاسن کی محفلیں منعقد کرنے والوں کا ہے، وہ گردن اٹھا کر چلنے والے لوگ ہیں، اوپر ہی اوپر دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا کوئی متابع نہیں ہے، مفتی ابو القاسم صاحب نے تعزیتی اجلاس کی کراہت کو مفتی سعید صاحب کی ذاتی رائے اور ان کا تفرد قرار دیا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے اکابر دیوبند کی فقہ وفتاوی اور رد بدعات سے متعلق کتابوں پر آنکھیں لگائیں اور امداد الفتاوی، البراہین القاطعہ، کفایت المفتی، فتاوی رحیمیہ اور احسن الفتاوی کا نیک نیتی کے ساتھ مطالعہ کرلیں تو حقیقت آشکارا ہو جائے۔ اسی طرح اگر حقائق کی نظر سے جائزہ لیا جائے تو مفتی سعید کا متابع نہیں؛ بلکہ بہت سارے متابعین مل جائیں گے، لیجئے ہم بھی مولانا محمد امین صفدر صاحب کی طرح چند متابعین پر انگلی رکھ رہے ہیں، آنکھ کھول کر دیکھئے:

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید: مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، صاحب احسن الفتاوی۔

(۲) مفتی اعظم ہند وسابق صدر جمعیۃ علمائے ہند مفتی کفایت اللہ صاحب۔

(۳) مفتی اعظم گجرات مفتی عبد الرحیم لاجپوری، صاحب فتاوی رحیمیہ۔

(۴) علامہ قمر الدین صاحب شیخ ثانی دار العلوم دیوبند ومجاز بیعت حضرت مولانا ابرار الحق صاحب۔

(۵) مفتی محمد طاہر صاحب مفتی مظاہر علوم سہارن پور۔

(٦ تا ۸) مظاہر علوم وقف کے تینوں مفتیانِ کرام: مفتی محمود صاحب، مفتی عبد

الحبیب صاحب اور مفتی محمد خبیب صاحب (سابق صدر مفتی مظاہر علوم وقف سہارنپور)

(۹) فقیہ وقت وخلیفہ حضرت فدائے ملت: مولانا نبیہ محمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ کرامتیہ جلال پور۔

(۱۰) مولانا عبدالباری ندویؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ۔

(۱۱) مفتی حبیب اللہ قاسمی جامعہ اسلامیہ مہذب پور۔

(۱۲و۱۳) دارالافتاء دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد کے دونوں مفتیان کرام: مفتی عبدالرؤف صاحب (مجاز بیعت حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب علی گڈھ) ومفتی محمد لقمان صاحب۔

(۱۴) مفتی سعید الرحمٰن فاروقی، دارالافتاء والارشاد ممبئی۔

(۱۵) مولانا خوشید انور صاحب استاذ مدرسہ شاہی مرادآباد۔

(۱۶) مولانا سید مصلح الدین قاسمی صاحب بڑودہ۔

(۱۷) مولانا عتیق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم جامع الہدیٰ۔

(۱۸تا۲۰) لجنہ دائمہ للبحوث العلمیہ والافتاء کے تین اہم مفتیانِ کرام: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (رئیس) عبدالرزاق عفیفی (نائب رئیس) اور عبداللہ بن عدیان (عضو)

(۲۱ تا ۲۶) اور عرب علماء میں مزید یہ حضرات بھی ہیں: شیخ محمد النفیر، شیخ عصام قاسم، شیخ یحییٰ بطیحہ، یعقوب بن عطا عتیبی، شیخ علی رضا اور شیخ خالد فوزان۔

(۲۷) مولانا احمد مرتضی استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

(۲۸) مفتی اسعد قاسم سنبھلی۔

(۲۹) مفتی محمد میاں مدرسہ کاشف العلوم بریلی۔

(۳۰) مفتی اکرام اللہ، استاذ دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآبا۔

(۳۱)مفتی محمد امجد مظفر نگری (سابق استاذ حدیث دار العلوم آزادویل، جنوبی افریقہ)

(۳۲)مولانا ولی اللہ ولی بستوی استاذ مظاہر علوم وقف سہارن پور۔

(۳۳)مفتی ذاکر حسین دار العلوم کنتھاریہ، گجرات۔

(۳۴)مفتی محمد ظاہر مفتی مدرسہ امدایہ مراد آباد۔

(۳۵)اور خود دار العلوم دیوبند کے بہت سے اساتذہ کرام اور ملک و بیرون ملک کے دیگر بہت سے علماء و مفتیان کرام۔

اراکین جمعیۃ فضلاء دیوبند

پھر مقررہ وقت پر سیمینار ہوا

اور سیمینار میں فوٹو گرافی بھی ہوئی، اور اکابرین دار العلوم بھی اسٹیج پر موجود رہے، جبکہ مہتمم صاحب نے لکھ دیا تھا کہ میں حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر ملت کے اکابر اپنے دار الافتاء کے فتووں کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں، یہ بات دین کی بے قدری کا سبب ہے۔

پھر اجلاس میں جو مقالے پڑھے گئے ان میں مدح میں غلو سے کام لیا گیا، کسی نے ممدوح کو تصوف میں امام غزالی رحمہ اللہ سے فائق ثابت کیا اور کسی نے حدیث میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے بازی لے جانے والا کہا، اور صدر محترم نے تو صلح کل کا پیغام دیا، جس پر ایک فاضل نے آئندہ تحریر لکھی، جس کا انھوں نے آج تک جواب نہیں دیا۔

سیمینار کے ماحصل پر اٹھنے والا ایک فکر انگیز سوال

از مولانا احمد سعد صاحب قاسمی
ناظم المعہد العلمی الاسلامی دیوبند

محترم المقام حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی زید مجدہ السامی
مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

آنجناب نے بڑے تزک واحتشام سے خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر ۱۲/۱۳/اگست ۲۰۱۸ء کو سیمینار منعقد کیا، حضرت مولانا مرحوم کی زندگی کی بہت سی علمی، عملی خدمات، دودمان قاسمی کی خصائص، اقدار وروایات کی پاسداری کے ایسے پہلو اجاگر ہوئے جو ہم جیسوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے، حضرت حق آپ کو اور محترم مولانا شکیب صاحب کو بہت بہت جزائے خیر سے نوازیں، اور آں مرحوم کی خدمات وحسنات کو قبول فرما کر فردوس بریں میں درجات عالیہ عطا فرمائے۔

جس عظیم القدر رفیع المرتبت خانوادہ سے آپ حضرات کی نسبت ہے اس اعتبار سے توقعات اس سے بھی بالاتر ہیں۔

باعث تحریر یہ ہے کہ سیمینار میں اس بات سے کافی کھٹک ہوئی کہ بعض شرکاء نے یہ کلمات بہت اہمیت سے دہرائے کہ:

”حضرت مولانا سالم صاحب مسلکی اختلافات سے بہت بلند تھے“ نیز ”ہر بات میں اعتدال پسندی تھی“

”دین منزل من اللہ ہے مسلک منزل من اللہ نہیں ہے جس چیز میں اجتہاد انسانی کو دخل ہو وہ قابل ترجیح تو ہو سکتی ہے قابل تبلیغ نہیں جو چیز ذوق پر مبنی تھی لوگوں نے اس کی تبلیغ شروع کر دی“

”دعوت دین کی دی جائے مسلک کی نہ دی جائے“ نیز ”مسلک کی پابندی دین کے باب میں ہونے سے مسلم امت انحطاط کا شکار ہو گئی“...... کبھی ”مسلک اعتدال“ کے عنوان سے اسی مذکورہ مفہوم کو دہرایا گیا۔ جناب والا کے خطبہ صدارت میں بھی ہے کہ:

”جبکہ مزید فکری زوال نے مسالک کو قابل تبلیغ بنا دیا، جو کہ قابل ترجیح تو ہو سکتا ہے قابل تبلیغ ہر گز نہیں بن سکتا“ نیز ”اس تبلیغ مشرب کی فکر نے اس کو شدید نقصانات سے دوچار کیا“

حقیر راقم سطور یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ: مسلک و مشرب سے مراد کیا ہے؟ یہ کہتے سنتے عمریں گذر گئیں کہ مسلک علماء دیوبند ہی حق ہے، ہم اس کے پاسدار ہیں، یہ عین مسلک صحابہ اور اہل سنت والجماعت کا صحیح ترین مصداق ہے، اور یہ بات اندھی عقیدت میں ہر گز نہیں کہی گئی، بلکہ کتاب وسنت جماعت صحابہ کے اقوال وافعال واحوال کی روشنی میں، قرون ثلاثہ مشھود لھا بالخیر کے طے شدہ مسلمات کے دائرے میں مانی گئیں، سلف تا خلف جو مسلک مدار نجات پایا علم کلام کی کتب میں ہمیشہ مدون ہوتا رہا، وہی مسلک دیوبند ہے جو ما أنا علیه و أصحابی کا مصداق ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

اگر یہ منزل من اللہ نہیں ہے، دین کا مصداق نہیں ہے، مجتہد فیھا ہے، قابل تبلیغ

ہر گز نہیں، اعتدال سے ہٹا ہوا ہے......تو اب تک اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے اکابر اعلام حضرت شاہ ولی اللہؒ سے حضرات شہیدینؒ بعدہ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ پھران کے بعد جماعت کے اکابر واصاغر کس مقصد کے لئے سر کھپاتے رہے، مسلک کے دفاع میں لاکھوں صفحات کس مقصد سے سیاہ کئے، ہزاروں بار اہل باطل سے طوق وآہن لیا، مسلک کی تبلیغ واشاعت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی تو کیا اس کے پیچھے نعوذ باللہ تحزب وتعصب کا جذبہ کارفرما تھا یا اعتدال کی صحیح حقیقت سے آگاہ نہ تھے! اب اس کی حقیقت آشکارا ہوئی ہے، اہل تشیع، غیر مقلدین، مبتدعین جماعت اسلامی کے رد کے لئے شروع سے جو قلمی وخطابی معرکہ آرائی رہی ان کتابوں کا اگر صرف نام ہی شمار کرایا جائے تو پچاسوں صفحات سیاہ ہو جائیں گے، ان اہل باطل کی تردید ان کے زیغ وضلال سے عوام کی حفاظت کے لئے زبان وقلم سے جو کچھ کیا گیا وہ دین کے لئے تھا یا نہیں؟ یہ احقاق حق ابطال باطل مسلک علماء دیوبند جسے کہتے ہیں اس میں داخل ہے یا نہیں؟

اب اس طبقے کے سربراہوں کو مدعو کر کے جس طرح مسلک ومشرب کو دین سے الگ کر کے غیر منزل من السماء مجتہد فیہا کہہ کر گویا اب تک جو کچھ ہوا تھا اس پر معذرت کی گئی ہے۔

محترما! بعض چیزوں کا ثبوت نص قطعی سے ہوتا ہے، بعض کا ظنی سے، دونوں کے حکم میں فرق ہوتا ہے، پھر نص میں عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص وغیرہ اصولِ فقہ میں استدلال کے معروف طریقے اور ان کے مابین حکم میں فرق اپنی جگہ موجود ہے، حکم میں مراتب کا فرق ہونا الگ چیز ہے اور اس کو غیر منزل من السماء کہہ کر بے حیثیت بنا دینا دوسری چیز ہے، جو حکم جس درجہ میں ثابت ہے اس درجہ میں تسلیم کرنا اور کروانا بھی لازم وضروری ہے۔

مثلاً عرض ہے کہ قرآن وحدیث کے احکام کی پیروی فرض ہے، نفس تقلید واجب ہے، نفس پرستی سے بچانے کے لئے بالاجماع تقلید شخصی واجب ہے، ان سارے امور پر نصوص سے کافی شافی دلائل موجود ہیں، یہی ہمارا مسلک ہے تو کیا تقلید شخصی کی تبلیغ نہ کی جائے اور بے راہ روی کا شکار ہونے دیا جائے؟!! مسلک یہ ہے کہ صحابہ معیار حق ہیں، تنقید سے بالاتر ہیں، تو کیا اس سے دست بردار ہوجائیں اور صحابہ پر تنقید کا موقع فراہم کیا جائے؟!! دین کے تمام شعبوں کا احیاء اور اس کے لئے حسب حالات حکمت وموعظت مجادلہ سختی نرمی کا اختیار کرنا دینی غیرت، بغض فی اللہ کا اظہار ہمارا مشرب ہے، یہی عمل اور مشرب صحابہ وسلف کا تھا، حضرت عبداللہ بن المغفل رضی اللہ عنہ نے سنت رسول سے معارضہ پر اپنے بھتیجے سے کہا: تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا (ابن ماجہ حدیث نمبر۱۷) علاوہ ازیں مشاجرات صحابہ میں جو ہزاروں جانیں گئیں وہ مسائل اجتہادی ہی تھے ورنہ ظاہر ہے کہ اس کی نوبت ہی نہ آتی۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، کے مزاج کی حدت معروف ہے، جس کو حدیث میں أشدهم في أمر الله عمر فرما کر سراہا گیا ہے، درجنوں واقعات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حدیث میں معروف ہیں، جن میں بغض فی اللہ کی شدت واضح طور پر نمایاں ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مانعین زکات سے جہاد کا اعلان، پھر ان میں جو رسّی دیتا تھا اور نہ دے اس سے بھی جہاد کا فیصلہ، کیا منزل من السماء مسئلہ تھا؟ آخر سب صحابہ کو اس پر انشراح ہوا، یہی غیرت سنت شیخین ؓ ہے جس سے تمسک کا حدیث میں حکم وارد ہے، اس لئے یہ مسلک مشرب بھی ہے، دین بھی ہے، یہی مشرب علماء دیوبند ہے، شیخ الاسلام حضرت مدنی علیہ الرحمہ ڈاڑھی منڈانے والے سے مصافحہ نہیں کرتے تھے، ان کا یہ مقام تھا کہ ان کے مصافحہ نہ کرنے سے بے شمار لوگوں نے ڈاڑھی رکھ لی تھی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی کی حدت مزاج بسلسلہ اصلاح از حد معروف ہے۔

انگریزوں کی مصنوعات کا مقاطعہ ان کی ملازمت کی مخالفت سب اسی بغض فی اللہ کے مظاہر تھے، تو کیا اب اس مشرب کی ضرورت ختم ہوگئی ہے؟!!

آپ کے جد محترم حکیم الاسلام کی مشہور زمانہ تصنیف ''علماء دیوبند کا مسلکی مزاج'' پر اس حیثیت سے مکرر نظر فرمالیں جو مسلک کی توضیح میں سند ہے، اس میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

اہل سنت کے وہ مسلکی اصول ہیں جن کے مجموعے ہی کا نام مسلک و مشرب ہے تو علماء دیوبند ظاہر اور باطن میں اسی مسلک پر من وعن منطبق ہیں (ص ۹۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''پس علماء دیوبند کا دینی رخ یا مسلکی مزاج السنہ والجماعہ کے مجموعے سے وجود ہوا ہے، اسی لئے ان کے اعتقادات وعبادات اخلاق ومعاملات سیاسیات واجتماعیات اور سارے ہی احوال وکیفیات میں اسی توسط واعتدال کی روح دوڑی ہوئی ہے' (ص ۱۰۴)

ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ:

البتہ اگر اہل سنت والجماعت کے اس مسلک اعتدال پر کسی نے سوء ادب سے زبان کھولی یا سلف صالحین یا ائمہ ہدایت کی شان میں گستاخی کی جرأت کی یا ان کے تخطئہ وتغلیط کی راہ اختیار کرلی یا ان کی راہ سے الگ کوئی نئی پگڈنڈی بنائی تو پھر انھوں نے کبھی خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ متانت آمیز انداز سے مدلل طریق پر مدافعت کی تو اس کا نام نزاع وتعصب یا حمیت جاہلیت نہیں، بلکہ دفع نزاع وشقاق ہے جو جادلهم بالتي هي أحسن کی تعمیل ہے، جس سے ان کے جامع طبقات ہونے پر حرف نہیں آسکتا جیسا کہ ان کی سوا سو سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے (ایضا ص ۱۰۶)

ان عبارتوں میں مسلک کا جو مفہوم ہے وہ سیمینار میں پیش کردہ مفہوم سے بالکل مختلف ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینی ضروری ہے کہ دیگر فرق سے حدود کے اندر اتفاق اپنی جگہ قابل ستائش اور مامور بہ ہے، مگر اس میں بھی قرآنی اصول ﴿تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ، کلمہ سواء میں اتحاد و اتفاق مطلوب ہے، کلمہ افتراق میں نہیں، اور ظاہر ہے حق اور باطل ایک ہو بھی کیسے سکتے ہیں؟

اس جانب بھی توجہ فرمائیں کہ دیگر مکاتب فکر کے حضرات نے کیا اپنے مسلک کے بارے میں کہا کہ مسلک کی تبلیغ کی ضرورت نہیں ہے؟ ان کے مسلک کے خلاف حق ہونے پر کتاب وسنت کے کافی وافی دلائل موجود ہیں تو ہم بفضل اللہ تعالیٰ دلائل قطعیہ کی روشنی میں مسلک صحیح کے حامل ہو کر کیوں احساس کمتری کا شکار ہوں۔

مخفی نہیں کہ شرعی دلائل چار ہیں نہ کہ دو کتاب وسنت اجماع اور قیاس، کتاب وسنت کی جو طبقہ زیادہ رٹ لگاتا ہے وہ درحقیقت دوسرے دو دلائل سے نظر ہٹانا چاہتا ہے، چاروں دلائل کے شرعی ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے تو کسی بھی دلیل سے کوئی عمل ثابت ہوگا وہ حکم شرعی ہی کہلائے گا اور مسلک بھی اگر ان سے ہٹ کر کوئی راہ اپناتا ہے تو خواہ اس کا نام کچھ بھی ہو وہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔

آپ کا خانوادہ تو وہ ہے جس کے علمی احسانات سے برصغیر کا چپہ چپہ مرہون منت ہے، حضرت حجۃ الاسلام الامام قاسم النانوتوی کا مدارس کے پھیلائے ہوئے جال کا صدقہ ہے کہ مسلک حق کو صبح دوام نصیب ہوئی ورنہ کوششیں تو بہت ہو کر اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھیں، اس کے علاوہ اصلاح عقائد اور خارجی فتنوں کے لئے حضرت اقدس نے عظیم القدر شخصیات میں اپنے بحر محیط سے جو لآلی ودیعت فرما کر حصار قائم کیا ہے وہ بجائے خود رہتی دنیا تک مشعل راہ ہے۔

یہ عرض کرنے کی جسارت اس لئے ہوئی کہ بعض اہل علم بڑے کرب کے ساتھ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ غیر شعوری طور پر کہیں وہ خاندان ہی (جس کو مشیت ایزدی نے

تحفظ حق کے لئے منتخب کیا) کسی مخفی منحرف صلح کل ذہنیت کا شکار نہ ہو جائے، جس کا عنوان کچھ معنون کچھ اور ہوتا ہے اور ان کو سرزمین دیوبند اور دارالعلوم وقف کا اسٹیج اپنی دیرینہ تمنا کی تکمیل کے لئے فراہم ہو جائے۔

کیوں کہ اس طرح کا اجلاس اس سے قبل بھی ایک مرتبہ "ادب اختلاف" کے عنوان سے جامعۃ الانور میں ایک مرتبہ "فقہی اجتماع" کے عنوان سے خود دارالعلوم وقف میں ہو چکا ہے، موخر الذکر کی آخری نسبت کے آخری خطاب میں خود خطیب الاسلام علیہ الرحمہ نے حکیم الاسلام کی تحریر کے کچھ صفحات (مسلکی مزاج، کتاب سے) سنائے تھے جو مسلک کی اصل تشریح پر مبنی تھے، پھر خود حضرت مولانا نے (بقول ایک ثقہ راوی) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جو جاندار جملہ فرمایا تھا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے، فرمایا تھا کہ:

"اگر آپ نے مسلک علماء دیوبند کا لحاظ نہ کیا تو آپ چاہے کچھ ہو جائیں مگر آپ آپ نہیں رہیں گے"

راقم سطور پر امید ہے کہ آں جناب خاندانی روایات کا لحاظ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ مطمئن فرمائیں گے، بلکہ جس طرح یہ عنوان مسلک کے بارے میں بہتوں کے لئے باعث تشویش ہوا ہے اسی طرح منظر عام پر اس کا ازالہ بھی کیا جائے گا ورنہ خطرہ ہے کہ یہ اعتدال برائے اعتزال نہ سمجھ لیا جائے۔ جواب کا منتظر

حقیر احمد سعد قاسمی

خادم المعہد العلمی الاسلامی دیوبند

۲۵/ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

دین کی دعوت اور مسلک کی حفاظت

از سعید احمد پالن پوری

مسالک کا ذکر تہتر فرقوں والی حدیث میں ہے ان میں سے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے، صرف اہل السنہ والجماعہ عقائد کی صحت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے، پس لوگوں کو دعوت تو دین کی دی جائے، مگر گمراہ جماعتوں کی طرف سے اہل السنہ والجماعہ کے معتدل مسلک (دیوبندیت) پر حملہ ہو تو اس کی مدافعت بھی ضروری ہے، بلکہ اس کو اشتباہ سے بچانا بھی ضروری ہے، اگر اہل السنہ والجماعہ خاموش رہیں گے اور گمراہ فرقوں کی گمراہی واضح نہیں کریں گے تو نقصان اہل حق کا ہوگا، گمراہ فرقے اپنی گمراہی پھیلاتے رہیں گے اور اہل حق کی زمین سکڑتی رہے گی۔

ایک واقعہ: بنگلور میں قاسمیوں اور رشادیوں کے درمیان چپقلش چلتی رہتی ہے، کئی سال پہلے قاسمیوں نے تحفظِ شریعت کانفرنس کی، اس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب باقوی قاسمی رحمہ اللہ مہتمم سبیل الرشاد بنگلور اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمہ اللہ نے تقریریں کیں کہ دین منزل من اللہ ہے، مسلک منزل من اللہ نہیں، اور جس چیز میں انسانی اجتہاد کا دخل ہو، وہ قابلِ ترجیح تو ہوسکتی ہے، قابلِ تبلیغ نہیں یہ تقریریں جلسہ کے موضوع کے خلاف تھیں، میں نے دونوں حضرات کی موجودگی میں ان کی تقریروں کا رد کیا، میں نے کہا: یہ بات اللہ کے ارشاد کے خلاف ہے، سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۳ ہے: ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ، ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ترجمہ: اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم

کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ تاکیدی حکم دیتے ہیں، تاکہ تم اس کے خلاف کرنے سے احتیاط رکھو۔

تفسیر: اللہ کا راستہ یعنی اسلام کا راستہ، اور اہل السنہ والجماعہ کا راستہ، اور دوسری راہیں یعنی دوسرے دھرم، اور مسلمانوں میں گمراہ فرقوں کی راہیں، پس متعین طور پر مسلمانوں کو اہل السنہ والجماعہ کی راہ پر چلنا چاہیے، دوسرے دھرموں سے اور گمراہ فرقوں کی راہوں سے بچنا چاہیے، تہتر فرقوں والی حدیث میں بھی یہی مضمون ہے، اور اجتہاد کا دخل فروعات میں ہوتا ہے، اصول میں نہیں ہوتا، اسی لئے چاروں فقہی مکاتبِ فکر کو برحق مانا جاتا ہے۔

پھر میں نے کہا کہ اگر اہل السنہ والجماعہ کے مسلک کی دعوت نہیں دی جائے گی اور گمراہ فرقوں کی گمراہی نہیں کھولی جائے گی اور سبھی فرقوں کو صحیح مان لیا جائے گا تو گمراہی پھیلتی رہے گی اور اہل حق سمٹتے چلے جائیں گے۔

لطیفہ: پھر میں نے پروفیسر خسرو صاحب وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا قصہ سنایا: طلبہ میں جھگڑا ہوا، حرب وضرب کی نوبت آئی، ایک فریق وائس چانسلر کے پاس آیا، اس نے دوسرے فریق کی شکایت کی، خسرو صاحب نے وہ شکایت غور سے سنی اور جواب دیا: آپ صحیح کہتے ہیں! وہ مطمئن ہو کر چلے گئے، پھر دوسرا فریق آیا، اس نے بھی اپنے مقابل کی شکایت کی، وائس چانسلر صاحب نے وہ بھی بغور سنی اور ان سے بھی کہا: آپ حضرات نے صحیح کہا! وہ بھی مطمئن ہو کر چلے گئے، پس ان کی بیگم نے کہا: آپ بھی عجیب گھن چکر ہیں، دونوں سے کہا: آپ صحیح کہتے ہیں، پس پروفیسر صاحب نے بیگم سے فرمایا: آپ بھی صحیح فرماتی ہیں! یہی صورتِ حال مذاہبِ باطلہ اور اہل السنہ کی سیدھی راہ کی ہو کر رہ جائے گی جو آیت کریمہ اور حدیث

کے خلاف ہے۔

غرض دعوت تو بے شک دین کی دی جائے، مگر مسلکِ حق کی حفاظت بھی ضروری ہے، جب بھی مسلک حق پر حملہ ہوا تو دار العلوم کے اکابرین نے اس کی مدافعت کی، قیامِ دار العلوم کے ساتھ غیر مقلدین نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں متحدہ ہندوستان کے تمام احناف کو چیلنج دیا کہ دس مسائل حدیث سے ثابت کرو اور اس پر بڑا انعام رکھا، پھر یہ اشتہار ہندوستان میں تو تقسیم نہیں کیا، دار العلوم دیوبند کے طلبہ میں تقسیم کیا، اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ دار العلوم کے اکابرین کو چیلنج دیا، اس کے جواب میں 'ادلہ کاملہ' لکھی گئی وہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے نام سے چھپی، مگر کہتے ہیں کہ علم اور قلم حضرت نانوتوی کا ہے۔

اس کتاب کا جواب غیر مقلدین نے 'مصباح الادلہ' کے نام سے دیا، یہ نام بے ڈھنگا تھا، اس نام کا مطلب یہ تھا کہ مصنف نے ادلہ کاملہ کے دلائل کی وضاحت کی ہے، حالانکہ وہ ادلہ کاملہ کے رد میں لکھی گئی تھی، اس کتاب کا مصنف بعد میں قادیانی ہوگیا تھا، پھر حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے اس کا رد لکھا اس کا نام ''ایضاح الادلہ'' رکھا یعنی ادلہ کاملہ کے دلائل کی وضاحت، اس واقعہ میں غور کریں جب اہل السنہ والجماعہ کے مسلک پر غیر مقلدین کی طرف سے حملہ ہوا تو مدافعت ضروری ہوئی، یہی مسلک کی حفاظت ہے۔

پھر عرصہ بعد جماعت اسلامی کا قیام عمل میں آیا، سب سے پہلے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ نے عظمتِ صحابہ کے مسئلہ کو لے کر اختلاف کیا، دیوبند عظمتِ صحابہ کے مسئلہ میں بہت حساس ہے، جب جماعت کے دستور میں لکھا گیا کہ اللہ ورسول کے سوا کسی کی ذہنی غلامی نہ کی جائے تو سوال پیدا ہوا

کہ صحابہ کے اقوال وافعال حجت ہیں یا نہیں؟ جماعت نے آج تک یہ مسئلہ صاف نہیں کیا، وہ کہتے ہیں: ہم صحابہ پر کہاں تنقید کرتے ہیں؟ سوال تنقید اور عدم تنقید کا نہیں، معیار حق ہونے کا ہے، جماعت نے اس کا اعتراف نہیں کیا، اس لئے اس کو گمراہ قرار دیا گیا، پھر حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ کے نقش قدم پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی قدس سرہٗ وغیرہ نے بھی جماعت اسلامی سے اختلاف کیا۔

اس وقت دار العلوم کے بعض چھوٹے اساتذہ مودودی صاحب کی تحریروں سے متاثر ہوگئے تھے، مظاہر علوم سہارن پور کے بعض اساتذہ بھی متاثر ہوئے تھے، بلکہ مولانا ذکریا قدوسی تو باقاعدہ جماعت کے منبر بن گئے تھے، اس وقت دار العلوم دیوبند میں حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ان اساتذہ سے جو مودودی صاحب کی تحریروں سے متاثر ہوئے تھے، ان کی کتابوں کا رد لکھوایا، مودودی صاحب کی ایک کتاب ہے ''معراج کی رات'' اس کا رد مولانا سالم صاحبؒ سے لکھوایا جس کا نام '' حقیقت معراج'' ہے، اسے ادارہ نشر واشاعت دار العلوم دیوبند نے شائع کیا۔

اور مظاہر علوم سہارن پور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ نے مودودی صاحب کے رد میں '' فتنۂ مودودیت'' نام کی کتاب لکھی، اب یہ کتاب ''جماعت اسلامی ایک لمحۂ فکریہ'' کے نام سے شائع ہوتی ہے، اس کا مسودہ ان چھوٹے اساتذہ کے پاس بھیجا جو جماعت کے لٹریچر سے متاثر ہوئے تھے، اور مولانا قدوسی کو ملازمت سے برطرف کردیا، اس طرح وہاں اس فتنہ پر قابو پایا گیا، یہ سب کچھ مسلک دیوبند کی حفاظت کے لئے تھا جو اہل حق کے لئے ضروری تھا۔

ایک واقعہ: جب دارالعلوم دیوبند میں اجلاسِ صد سالہ ہوا تو حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ مہتمم تھے، انھوں نے درجۂ علیا کے اساتذہ اور وسطی الف کے اساتذہ کو مدعو کیا، میں اس وقت وسطی الف میں تھا، اس مجلس کا موضوع تھا کہ اجلاس صد سالہ میں کن لوگوں کو دعوت دی جائے؟ تمام اساتذہ متفق ہوئے کہ صرف اہل حق کو دعوت دی جائے، گمراہ فرقوں کو دعوت نہ دی جائے،، پھر سب سے پہلے غیر مقلدین کا تذکرہ آیا تمام اساتذہ متفق ہوئے کہ وہ اہل حق میں شامل نہیں، ان کو دعوت نہ دی جائے، پھر جماعت اسلامی کا تذکرہ آیا، صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قدس سرہٗ نے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ وہ اہل حق میں شامل ہیں، ان کو دعوت دی جائے، ان کی بات سن کر تمام بڑے اساتذہ خاموش رہے، جب کوئی نہ بولا تو میں نے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ مودودی جماعت اہل حق میں شامل نہیں، ہمارے اکابرین نے اس کو گمراہ قرار دیا ہے، لہٰذا ان کو دعوت نہ دی جائے۔

جب میں نے یہ بات کہی تو حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہٗ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ وہ کیوں گمراہ ہیں؟ میں نے وجہ بیان کی تو انھوں نے اس کا جواب دیا، میں نے دوسری وجہ بیان کی تو آپ نے اس کا بھی جواب دیا، پھر میں نے تیسری وجہ بیان کی تو وہ خاموش ہوگئے، یہ گفتگو آدھا گھنٹہ چلی، آخر میں حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا: میں نے آپ دونوں حضرات کی گفتگو غور سے سنی، میری رائے یہ ہے کہ ان کو دعوت نہ دی جائے، حضرت قدس سرہٗ کی بات فیصلہ کن ہوتی تھی، چنانچہ اہتمام سے مولانا اسلم صاحب قاسمی قدس سرہٗ (ناظم اعلی اجلاسِ صد سالہ) کے نام حکم گیا کہ مودودی جماعت کو بک اسٹال لگانے کے لئے جو جگہ الاٹ کی گئی ہے وہ منسوخ

کردی جائے۔

غرض: دارالعلوم دیوبند مسلک کی دعوت نہیں دیتا، اہل السنہ والجماعہ کے مسلکِ معتدل کی حفاظت کرتا ہے، چار فقہی مذاہب مختلف مسالک ہیں، دارالعلوم دیوبند میں ہر مسلک کے طالب علم پڑھتے ہیں، جنوب کے شوافع بڑی تعداد میں ہیں، مگر دارالعلوم کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں ایک بھی شافعی طالب علم دارالعلوم میں پڑھ کر حنفی نہیں ہوا، اس لئے کہ دورۂ حدیث کے اساتذہ مسلک کی دعوت نہیں دیتے۔

ایک واقعہ: میرا ایک مرتبہ کیرالہ جانا ہوا، وہاں میں نے غیر مقلدین کے خلاف ایک تقریر کی، حضرت مولانا نوح قاسمیؒ نے جو میرے میزبان تھے کہا کہ ہمیں دس دن کا وقت دے، ہم اس موضوع پر کیرالہ میں اجلاس کرائیں گے، میں نے مولانا نوح سے کہا کہ آپ حضرات تو شوافع ہیں، آپ کے ڈانڈے غیر مقلدین سے ملتے ہیں، آپ بھی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہیں، وہ بھی پڑھتے ہیں، آپ بھی رفع یدین کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں، آپ بھی زور سے آمین کہتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں، پس آپ کا ان سے اختلاف کہاں ہے؟ مولانا نوح نے فرمایا کہ غیر مقلدین تو ہم کو بھی مشرک کہتے ہیں، اس لئے پروگرام رکھنا ضروری ہے، پھر وہاں مولانا نوح کی حیات میں دوبارہ جانا نہیں ہوا۔

مسلک کو اشتباہ سے بچانا بھی ضروری ہے

حدیث شریف میں ہے: ''مَنْ تشبّہ بِقَوْمٍ فھو منھم'' جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان میں شامل ہے، اس حدیث کا مقصود کلام تو شعائر دینیہ ہیں، مگر اس

حدیث سے یہ بات بھی مفہوم ہوتی ہے کہ مسلکِ حق کو اشتباہ سے بچانا بھی ضروری ہے، آج یہ بات زور وشور سے چلائی جارہی ہے کہ دعوت صرف دین کی دی جائے، مسلک کی دعوت نہ دی جائے، مسلک وجہِ ترجیح تو ہوسکتا ہے؛ مگر دعوت کا موضوع نہیں ہوسکتا۔

یہ بات صحیح نہیں، جیسے یہ نظریہ کہ تمام مذاہبِ عالم اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی محنتیں ہیں، کوئی راستہ سیدھا ہے، کسی میں نشیب وفراز ہیں، پس دیر سویر تمام مذاہب اللہ تک پہنچیں گے اور نجات پائیں گے، یہ نظریہ بھی بڑا خوش آئند ہے؛ مگر صد فی صد غلط ہے، یہ بات اس صورت میں صحیح ہوسکتی ہے، جب تمام مذاہب کا قبلۂ توجہ ایک ہو، ایک بدّو اونٹ پر جارہا تھا، کسی نے پوچھا: کہاں کا قصد ہے؟ اس نے کہا: مکہ جارہاں ہوں، سائل نے کہا: تو کبھی بھی مکہ نہیں پہنچ سکتا، اس لئے کہ تو جس راستے پر چل رہا ہے، وہ خراسان کا راستہ ہے، پس ایک بندہ جو ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کو مانتا ہے اور اسی کی عبادت کرتا ہے، دوسرا بندہ دو خدا مانتا ہے، تیسرا تین خدا مانتا ہے، چوتھا ہزاروں بھگوان مانتا ہے اور ان کی بندگی کرتا ہے، یہ چاروں ایک منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں؟

اسی طرح تہتر فرقوں والی حدیث میں صرف اہل السنہ والجماعہ کو ناجی قرار دیا گیا ہے اور باقی بہتر کو ناری قرار دیا ہے، پس ان میں شمولیت سے بچنا ضروری ہے، مسلک حق پر (اہل السنہ والجماعہ کے معتدل مسلک پر) جو ہوگا وہی ناجی ہوگا، نیز بہتر فرقوں کی مشابہت سے بچنا بھی ضروری ہے، مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات بھی مفہوم ہوتی ہے۔

ایک واقعہ: حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی قدس سرہٗ مجھ سے بہت مقدم تھے،

مگر ان کے علم و فضل کی وجہ سے میرا ان سے تعلق تھا، انھوں نے جب فقہی سیمیناروں کا سلسلہ شروع کیا تو میں شروع سے ان کے سیمیناروں میں شرکت کرتا تھا، چوتھے سیمینار کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: میں ایک سیمینار دارالعلوم دیوبند میں کرنا چاہتا ہوں، آپ مہتمم صاحب سے اجازت لے لیں، خرچ ہم کریں گے۔ دارالعلوم دیوبند کا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوگا۔

میں نے یہ بات اس وقت کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوری قدس سرہٗ سے ذکر کی، حضرت مہتمم صاحب قدس سرہٗ نے مجھے جواب دیا کہ یہ مناسب نہیں، ان کے سیمینار میں بریلوی، غیر مقلد، مودودی اور آزاد خیال پروفیسران وغیرہ شرکت کرتے ہیں، اگر وہ سب دارالعلوم میں آئیں گے تو مسلک مشتبہ ہوگا، دنیا یہ کہے گی کہ دارالعلوم دیوبند کا گمراہ فرقوں کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں رہا، سب ایک دسترخوان پر جمع ہو گئے، پس مسلک مشتبہ ہوگا؛ اس لئے اجازت دینا مناسب نہیں، میں نے یہ بات مولانا مجاہد الاسلام صاحبؒ سے ذکر نہیں کی؛ اس لئے کہ انھوں نے پلٹ کر پوچھا ہی نہیں، پھر حضرت مرحوم کے بعد جو جانشین ہوئے وہ وسیع المشرب ہیں اور مولانا مرحوم کے طرز پر ہی سیمینار کرتے ہیں؛ چنانچہ میں چوتھے سیمینار کے بعد اُن کے کسی سیمینار میں شریک نہیں ہوا، اس لئے کہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا شریک ہونا بھی مسلک کو مشتبہ کرتا ہے۔

ایک غلط پروپیگنڈہ

لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند امت کو متحد نہیں ہونے دیتا، اس پروپیگنڈے کی کچھ حقیقت نہیں، دارالعلوم دیوبند مسلک حق کا محافظ

ہے، اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ کوئی بھی اشتباہ پیدا نہ ہونے دے؛ تا کہ راہِ حق کے راہ رو منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

اور اگر دارالعلوم دیوبند کو یہ الزام دیا جاتا ہے تو یہ الزام تو آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گا، تہتر فرقوں والی حدیث میں یہی تفریق تو کی گئی ہے، پھر یہ الزام حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچے گا، آپ نے آیتِ کریمہ: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: خاصةً في أصحابِ محمدٍ صلى الله عليه وسلم: یہ آیت کریمہ صرف صحابۂ کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اگر قیامت تک کی ساری امت مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ ''أنتم'' فرماتے: ''کنتم'' نہ فرماتے، پھر فرمایا کہ صحابہؓ کے بعد جو لوگ آئیں گے ان میں سے جو لوگ صحابہؓ کے عقائد واعمال پر ہوں گے وہی آیت کا مصداق ہوں گے (حیاۃ الصحابہ از حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی بابِ ثالث در بیانِ آثار) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی امت میں تفریق کی ہے، یہ الزام تو ان کے سر بھی جائے گا۔

ایک سوال: امت کا انتشار امت کی کمزوری کا باعث ہے، اور ان کا اتحاد ملت کی قوت کا سبب ہے، پھر ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: اس سلسلے میں یہ قاعدہ جاننا چاہیے کہ ملکی مسائل میں، ملک کے تمام باشندوں کو مل کر بیٹھنا چاہیے اور ملک کی سالمیت کے لئے متفقہ فیصلہ کرنا چاہیے، جنگِ آزادی کے وقت ہندو مسلم اتحاد اس کی مثال ہے۔

اور ملی مسائل میں ملت کے تمام فرقوں کو مل کر بیٹھنا چاہیے اور ملت کی سلامتی کے لئے ایک آواز بلند کرنی چاہیے، مسلم پرسنل لا کا اتحاد اس کی مثال ہے، مسلم پرسنل لا میں قادیانیوں کے علاوہ تمام جماعتیں شامل ہیں۔

اور مسلک و مشرب کے اختلاف میں ہر ایک کو اپنی رائے پر رہ کر نزاع سے بچنا چاہئے، اس وقت زیر بحث یہ تیسری صورت ہے، حق اور باطل روشنی اور تاریکی، ہدایت اور گمراہی ایک ساتھ جمع ہوں گے تو نقصان اہل حق کا ہوگا، باطل فرقے اپنی دعوت جاری رکھیں گے اور اہل حق کا میدان تنگ ہوتا جائے گا۔

ایک واقعہ: ایک مرتبہ میرا حیدرآباد جانا ہوا، مدرسہ اشرف العلوم میں قیام تھا، عصر کے بعد سوال وجواب کی مجلس ہوئی، کسی نے جماعت اسلامی کے بارے میں پوچھا: میں نے جواب دیا وہ پانچ وجوہ سے گمراہ فرقہ ہے (یہ پانچ وجوہ میری کتاب علمی خطبات میں مذکور ہیں) صبح فجر کی نماز کے بعد دس آدمیوں کا ایک وفد آیا، اور اس نے کہا کہ ہم اس شہر میں سب مل کر رہتے ہیں کوئی اختلاف نہیں، آپ کی کل کی باتوں سے اختلاف ہوگا، میں نے کہا: اگر میں خاموش رہتا تو نقصان کس کا ہوتا؟ تم تو اپنی گمراہی برابر پھیلاتے رہتے، اور بے خبر مسلمان تمہاری جال میں پھنستے رہتے، اس طرح اہل حق کی تعداد گھٹتی جاتی، پس ہم مسلکِ حق کی دعوت نہیں دیتے، اس کی حفاظت کرتے ہیں، دعوت تو آپ حضرات دیتے ہیں۔

ایک غیر مقلد عالم لقمان صاحب نے اپنے کسی دوست کو خط میں لکھا تھا کہ ایک حنفی کو اہل حدیث بنانا اتنے کافروں کو مسلمان بنانے سے بہتر ہے اب سوچو! مسلک کی دعوت کون دیتا ہے؟ دارالعلوم دیوبند دیتا ہے، یا گمراہ فرقے دیتے ہیں؟

رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ

﴿ایک عظیم تحفہ، ایک محیر العقول کارنامہ﴾

رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ —— حضرت الامام المجدد الشاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ عالم اسلام کی ان برگزیدہ علمی شخصیتوں میں سے ہیں جن کی شہرت زمان ومکان کی قیود میں محدود نہیں، وہ اگرچہ ہندوستان میں پیدا ہوئے مگر ان کی شخصیت تمام عالم اسلام کا سرمایہ ہے۔ ان کی کتابیں اور انکے علوم ومعارف اسلامی تاریخ کا انمول خزانہ ہیں۔

حضرت الامام کی بہت سی کتابیں مختلف موضوعات پر ہیں لیکن حکمت شرعیہ اور فلسفۂ اسلام پر ان کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" اپنی نظیر آپ ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں اور بعض بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ان سے کتاب حل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کو جنھوں نے نہایت محنت کے ساتھ اس کتاب کی شرح لکھی۔ شرح سے علماء، طلباء اور پڑھے لکھے لوگ بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ شرح پانچ جلدوں میں اور تین ہزار چھ سو صفحات میں مکمل ہوئی ہے۔ ظاہری طور پر وہ تمام محاسن کتاب میں موجود ہیں جو ہونے چاہئیں، کتابت روشن اور واضح ہے، کمپیوٹر کتابت ہے، مگر جلی خط ہونے کی وجہ سے ضعیف نگاہ والے بھی بآسانی مطالعہ کر سکتے ہیں۔ کاغذ نہایت اعلیٰ اور قیمتی ہے، طباعت بھی بہت عمدہ ہے، جلد مضبوط، دلکش اور خوب صورت ہے۔ اور قیمت اتنی کم ہے کہ اس ضخامت کی کتاب بازار میں اس قیمت پر دستیاب نہیں۔

نیز حضرت مفتی صاحب نے ایک احسان امت پر یہ بھی کیا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ پر عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ جو دو جلدوں میں طبع ہو گیا ہے۔

مکتبہ حجاز نزد جامع مسجد دیوبند

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی تصانیفات

تحفۃ القاری شرح بخاری کامل بارہ جلدیں	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں آسان منطق	الکلام المفید فی تحریر الاسانید مبادی الفلسفہ
تحفۃ الالمعی شرح ترمذی کامل	اسلام تغیر پذیر دنیا میں	معین الفلسفہ شرح مبادی الفلسفہ
آٹھ جلدیں	شرح علل الترمذی	آسان صرف حصہ اول
تفسیر ہدایت القرآن کامل	حیات امام طحاوی رحمہ اللہ	آسان صرف حصہ دوم
آٹھ جلدیں	حیات امام ابوداؤد رحمہ اللہ	آسان صرف حصہ سوم
رحمۃ اللہ الواسعہ کامل پانچ جلدیں	مبادی الاصول عربی	سنت کی عظمت
کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟	معین الاصول اردو	زبدۃ الطحاوی
ہادیہ شرح کافیہ	عصری تعلیم اور اس کے تقاضے	طرازی شرح سراجی
فیض المنعم مقدمہ مسلم	آسان فارسی قواعد حصہ اول	حرمت مصاہرت
مفتاح التہذیب شرح تہذیب	آسان فارسی قواعد حصہ دوم	کافیہ عربی
دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت	مبادیات فقہ	ہادیہ شرح کافیہ اردو
مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل	علمی خطبات حصہ اول علمی خطبات حصہ دوم	
اسلام تغیر پذیر دنیا میں	محفوظات حصہ اول	
تحفۃ الدرر	محفوظات حصہ دوم	
آسان نحو حصہ اول	محفوظات حصہ سوم	
آسان نحو حصہ دوم	عصری تعلیم اور ضرورت	

خط و کتابت کا پتہ

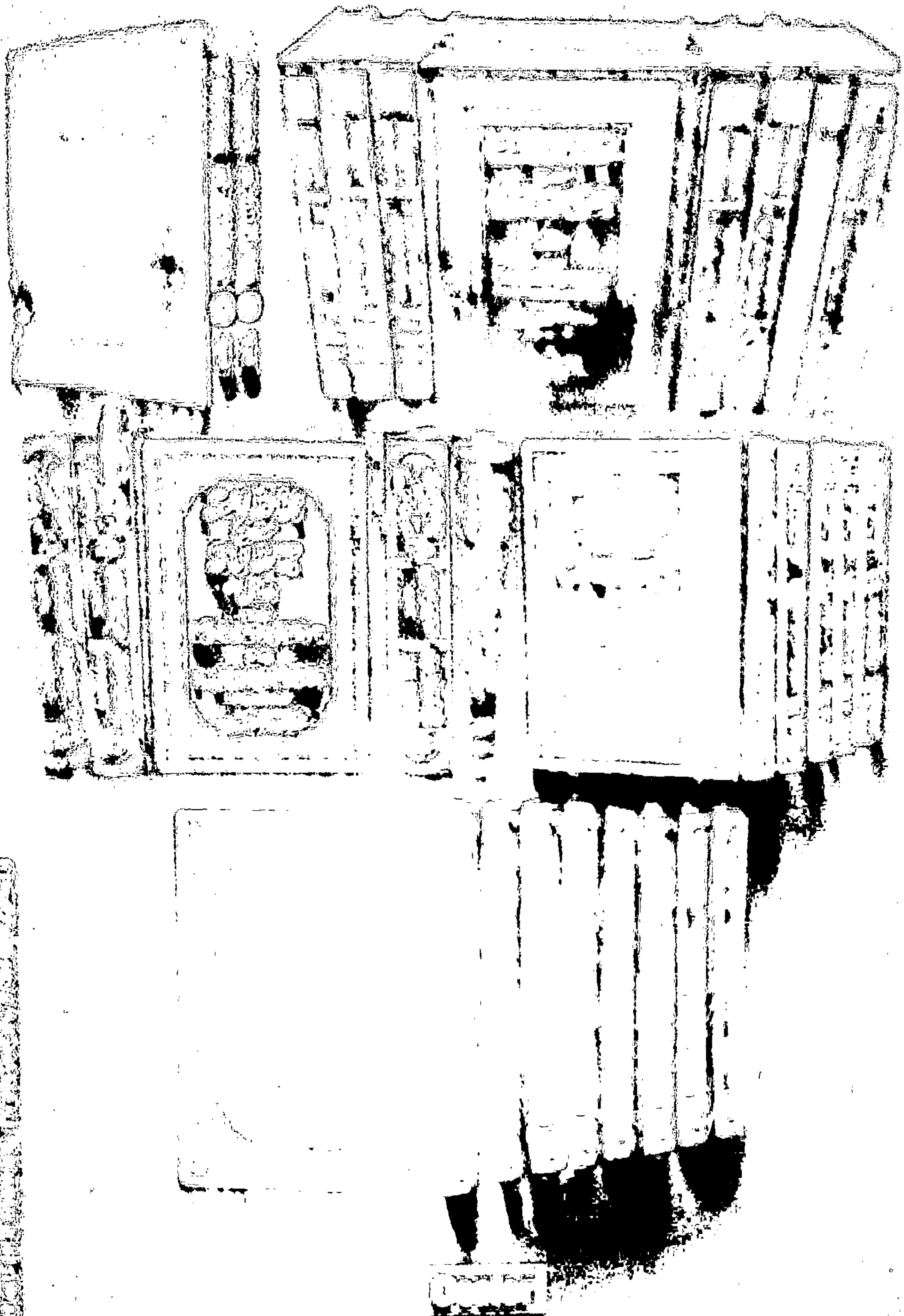
مکتبہ حجاز

اردو بازار جامع مسجد

دیوبند ضلع سہارن

پور، یو، پی

موبائل 09997866990



MAKTABA HIJAZ